حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب
سیرت
حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تالیف
محمد حسیب القادری
ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب

سیرت

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تالیف
محمد حسیب القادری

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 7352022

نام کتاب: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

مصنف: محمد حسیب القادری

پبلشرز: اکبر بک سیلرز

تعداد: 600

قیمت: -/100 روپے

ملنے کا پتہ

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Ph: 042 - 7352022

Mob: 0300-4477371

انتساب

سرچشمہ صبر و رضا' طیبہ' طاہرہ' زاہدہ' عابدہ

بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

کے نام

نقش ترا فزوں فزوں، نام ترا رواں رواں
مدح تری سخن سخن، وصف تیرا بیاں بیاں
جلوہ ترا نظر نظر، یاد تری نفس نفس
بات تری دہن دہن، ذکر ترا زباں زباں

فہرست

حرفِ آغاز

اللہ عزوجل کے مبارک نام سے شروع جو اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے۔
حضور نبی کریم ﷺ اور ان کی آل پر بے شمار درود و سلام۔ حضور نبی کریم ﷺ جو تمام مخلوقات کے آقا و سردار ہیں اور اللہ عزوجل کے بندے اور نبی برحق ہیں۔ اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ کو بہترین خصائل کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ اخلاق حسنہ کی بلندیوں پر فائز تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن امت مسلمہ کی خواتین کے اخلاق سنوارنے کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی آل جن کی بے مثل قربانیوں سے دین اسلام کی شمع روشن ہوئی اپنی ذات میں کامل و اکمل ہیں۔

ترے جمال نے روشن کیا تو روشن ہیں
تمام انجمن بحر و بر کی قندیلیں

حضور نبی کریم ﷺ کی آلِ پاک نے جنگ ہو یا امن کسی بھی موقع پر دین اسلام کی خدمت کو اپنے دامن سے الگ نہیں کیا۔ امن کے دنوں میں تبلیغ سے اور جنگ کے دوران جانی و مالی قربانی سے دین اسلام کی خدمت کی۔ آپ ﷺ کی آلِ پاک نے صحیح معنوں میں دین اسلام کے جانثار ہونے کا حق ادا کیا۔ پھر خواہ وہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کسی بھی موقع پر انہوں نے اپنے کردار و افعال سے مایوس نہیں کیا اور دین اسلام کی خدمت کو ہی اپنا شعار بنائے رکھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ان شہزادگان کے بارے میں فرمایا کہ مجھے ان سے محبت ہے اور جو ان سے محبت رکھے گا پس

وہ مجھ سے محبت رکھے گا اور جوان سے عداوت رکھے گا وہ مجھ سے عداوت رکھے گا۔ نیز فرمایا کہ میرے یہ دونوں شہزادگان جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

بہائے جائے میرے نفس کو موجِ کرم ان کی
یہ کشتی غرق ہو جائے تو بیڑا پار ہو جائے

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں حق و باطل کی لڑائی میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خون سے دین اسلام کی آبیاری فرمائی اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا خون رائیگاں نہیں گیا اور اس معرکہ حق و باطل کے بعد یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کے دین حق کے لئے اپنی جان قربان کرنے والوں کا نام رہتی دنیا تک زندہ رہے گا اور وہ صحیح معنوں میں دنیا میں بھی کامیاب و کامران ہوئے اور آخرت میں بھی جبکہ باطل کے پیروکار دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوئے اور آخرت میں بھی ذلت کے گڑھوں میں گرنے والے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''سیرت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ'' کی تالیف کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم صحیح معنوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی سیرتِ پاک کے گوشوں کا مطالعہ کر سکیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی قربانی کے مقصد کو سمجھ سکیں۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میں نے تو رات رات بھر ذکر کیا ہے اشک اشک
میں نے تجھے سحر سحر' یاد کیا ہے فغاں فغاں

محمد حسیب القادری

مختصر تعارف

شاہ است حسین بادشاہ ہست حسین
دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

ابوعبداللہ' شمع آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' سبط الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' شہید کربلا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے' امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور شہزادیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ منورہ میں تولد ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نامِ مبارک ''حسین (رضی اللہ عنہ)'' رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سینہ سے پاؤں تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ''حرب'' رکھا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دیتے ہوئے اپنا لعابِ دہن منہ میں ڈالا اور دعائے خیر فرماتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''حسین (رضی اللہ عنہ)'' رکھا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے

بڑے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ والدہ ماجدہ کا دودھ پیتے تھے اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی چچی ام فضل رضی اللہ عنہا کو دے دیا اور فرمایا کہ انہیں دودھ پلایا کیجئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ابھی سات برس ہی تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ اس ظاہری دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مختصر سی مدت میں بھی اپنے نانا جان سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کئے۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی اپنے ان دونوں نواسوں کو اپنے پاس رکھا کرتے تھے اور ان کے اخلاقِ حسنہ کی تربیت فرماتے تھے۔

سرکار سے ہر وصف کا آغاز ہوا ہے
سرکار پہ ہر وصف کی تکمیل ہوئی ہے

امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کرلیا۔ بعدازاں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض فرمادی تاکہ امت محمدی ﷺ تقسیم نہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت نشین ہوا اور پھر ۶۰ ھ میں کربلا کے مقام پر معرکہ حق و باطل ہوا جس میں یزیدی فوج حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آلِ رسول ﷺ کے مقابل ہوئی۔ اس معرکہ حق و باطل میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آلِ رسول ﷺ نے بھی جامِ شہادت نوش فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اس قافلے میں عورتوں کے علاوہ صرف حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ زندہ بچے جو کہ اس معرکہ کے دوران شدید علیل تھے۔

نام ونسب

آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ''حسین (رضی اللہ عنہ)'' ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے القابات سبط الرسول اور ریحانۃ الرسول ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب والد بزرگوار کی جانب سے حسب ذیل ہے:

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ' بن امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' بن حضرت ابوطالب بن حضرت عبدالمطلب ہے۔ حضرت عبدالمطلب پر آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ' شہزادیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' خاتونِ جنت' طیبہ' طاہرہ' حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے اور عادات واطوار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بہترین نمونہ تھے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اہل بیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اہل بیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ پاک' حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

❁❁❁

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا مختصر بیان

محبوبِ خدا' تاجدارِ انبیاء علیہم السلام' باعث تخلیق کائنات' خاتم الانبیاء علیہم السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار واقعہ فیل کے قریباً دو ماہ بعد اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد بزرگوار کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش سے قبل ہو گیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اپنے ذمہ لے لی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قریش کے رواج کے مطابق حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا گیا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں کہلائیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب چھ برس کے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر لے گئیں۔ سفر سے واپسی پر ان کی طبیعت خراب ہو گئی اور ان کا وصال ہو گیا۔ والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذمہ داری حضرت عبدالمطلب نے اٹھائی اور اس کو نہایت احسن طریقہ سے نبھایا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک آٹھ برس ہوئی تو حضرت عبدالمطلب بھی اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذمہ داری حضرت ابوطالب نے اٹھالی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک ابھی بارہ برس تھی کہ حضرت ابوطالب' آپ ﷺ کو اپنے ہمراہ ملک شام بغرضِ تجارت لے گئے۔ دورانِ سفر ایک بادل آپ ﷺ پر سایہ کئے رہا تاکہ آپ ﷺ پر سفر کی صعوبتیں آسان ہو جائیں۔ جب یہ تجارتی قافلہ بصرہ کے نزدیک پہنچا تو وہاں ایک عیسائی راہب بحیرا نے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ دونوں جہانوں کے سردار ہیں اور اللہ عزوجل نے انہیں دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پھر بحیرا نے حضرت ابوطالب کو نصیحت کی کہ انہیں مکہ مکرمہ واپس لے جائیں اور ان کی حفاظت فرمائیں۔ اگر آپ نے سفر جاری رکھا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہودی انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ حضرت ابوطالب نے جب بحیرا کی بات سنی تو مزید سفر کا ارادہ ترک کر کے واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک جب پچیس برس ہوئی تو آپ ﷺ کا نکاح ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا جن سے آپ ﷺ کی چار بیٹیاں اور دو بیٹے تولد ہوئے۔ آپ ﷺ کے بیٹے کم سنی میں ہی وصال فرما گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس تھی جب خانہ کعبہ کی ازسرنو تعمیر کی گئی۔ اس دوران جب خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا موقع آیا تو تمام قبائل میں لڑائی شروع ہو گئی کیونکہ ہر ایک چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس جھگڑے کا حل یہ بتایا کہ تمام قبائل کے سردار ایک بڑی چادر لے کر اس کے کنارے تھام لیں اور حجر اسود کو اس چادر کے درمیان رکھ کر مطلوبہ جگہ پر لے جائیں۔ چنانچہ جب حجر اسود کو لے کر مطلوبہ مقام پر پہنچایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے نصب کیا۔ آپ ﷺ کے اس فیصلہ سے تمام سردار بھی خوش ہو گئے اور مکہ مکرمہ خونریزی سے بھی بچ گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنی نوجوانی سے ہی مکہ مکرمہ میں صادق اور امین کے لقب

سے مشہور تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصب نبوت پر فائز کیا گیا۔

ابتداء میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خفیہ طور پر دعوتِ تبلیغ شروع فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ ان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچیوں نے دین اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور ان کی وساطت سے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور ان کے علاوہ چند اور لوگ تھے جنہوں نے ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اعلانیہ دعوت کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی دعوت کی اور انہیں اپنی نبوت سے آگاہ کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ قریش نے انکار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن ہو گئے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا اور حتیٰ الامکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش اور مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے بچائے رکھا۔ بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اہل و عیال سمیت شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔

۵ نبوی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اس قافلہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور داماد حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ۶ نبوی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے تو مشرکین مکہ کے مظالم میں کسی حد تک کمی واقع ہوئی مگر پھر بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔

۱۰ نبوی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب نے اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا اور ان کے کچھ عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں جس کی وجہ سے اس سال کو عام الحزن کا نام دیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محنت سے روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اس دوران جب لوگ حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بھی دعوتِ حق دیتے رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ حق کے نتیجہ میں مدینہ منورہ جس کا اس وقت نام یثرب تھا کہ کچھ لوگ مسلمان ہو گئے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی۔

۱۳ نبوی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے حکم سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کے سفر میں یارِ غار حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمراہ تھے جبکہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بستر پر لٹایا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کو بھی مدینہ منورہ بلا لیا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا جس کی مثال تاریخ انسانی میں کہیں نہیں ملتی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی مدینہ منورہ میں جس جگہ بیٹھی تھی وہ جگہ دو یتیم بھائیوں کی تھی جسے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر خریدا اور وہاں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد رکھی گئی۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرہ مبارک کی تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کے ساتھ اصحابِ صفہ کا چبوترہ تعمیر کیا گیا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کے ساتھ ہی حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مؤذن منتخب کیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کی پہلی اذان کہی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں قیام کے ساتھ ہی مدینہ منورہ کے اطراف میں موجودہ یہود قبائل کے ساتھ امن معاہدے کئے جن میں اس بات کو طے کیا گیا کہ کوئی فریق دوسرے کے مذہب کے بارے میں کوئی بات نہیں کرے گا اور اگر ایک فریق حالت جنگ میں ہوگا تو دوسرا فریق اس کی مدد کرے گا۔

رمضان المبارک ۲ھ میں حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ ہوا۔ یہ معرکہ بدر کے مقام پر ہوا جہاں مشرکین مکہ ایک ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے۔ لشکر اسلام میں تین سو تیرہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جنگ شروع ہونے سے قبل اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس مٹھی بھر لشکر کی نصرت کے لئے دعا فرمایئے۔ اللہ عزوجل نے لشکر اسلام کی مدد فرمائی اور بے سروسامانی کے باوجود انہیں کفار پر غلبہ عطا فرمایا۔ معرکہ بدر میں مشرکین مکہ کے نامی گرامی سردار جہنم واصل ہوئے۔

حضور نبی کریم ﷺ اور یہود قبائل کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا یہودیوں نے غزوہ بدر کے موقع پر اس کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کی مدد نہ کی۔ چنانچہ غزوۂ بدر کے فوراً بعد حضور نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کے ایک بڑے قبیلہ بنوقیقاع کے خلاف لشکر اسلام ترتیب دیا۔ بنوقیقاع قلعہ بند ہوگئے مگر پندرہ روز کے محاصرہ سے ہی مغلوب ہوگئے اور حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔

۳ھ ماہِ شوال میں حق و باطل کے درمیان ایک اور معرکہ احد کے مقام پر پیش آیا۔ مشرکین مکہ اس مرتبہ اپنے سرداروں کا بدلہ لینے کے لئے ایک مرتبہ پھر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ لشکر اسلام نے اس مرتبہ پھر بے سروسامانی کی حالت کے باوجود کفار کا بھرپور مقابلہ کیا اور انہیں شکست فاش سے دوچار کیا۔ جس وقت لشکر اسلام مالِ غنیمت اکٹھا کر رہا تھا اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے جس لشکر کو احد کی گھاٹی پر پہرہ دینے پر مقرر کیا تھا وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ان میں شامل ہوگیا۔ مشرکین مکہ نے پلٹ کر اس گھاٹی سے لشکر اسلام پر حملہ کر دیا

جس سے لشکر اسلام کا بھاری جانی نقصان ہوا۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ کی شہادت کی افواہ بھی پھیل گئی جو بعد میں جھوٹی ثابت ہوئی۔ اس غزوہ کے دوران حضور نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ﷺ کے جانثاروں نے آپ ﷺ کا بھرپور دفاع کیا اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔

غزوۂ احد میں حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ آپ ﷺ نے شہدائے احد کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ شہدائے احد کو بغیر غسل دفن کیا گیا۔

ربیع الاول ۴ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے بنونضیر کے خلاف لشکر اسلام ترتیب دیا کیونکہ بنونضیر نے بھی حضور نبی کریم ﷺ سے معاہدہ کے مطابق خلاف ورزی کی تھی۔ بنونضیر کچھ روز کی لڑائی کے بعد صلح پر آمادہ ہو گئے اور انہیں بھی علاقہ بدر کر دیا گیا جن میں سے کچھ لوگ خیبر اور کچھ لوگ ملک شام کی جانب چلے گئے۔

ذی قعدہ ۵ ھ میں حق و باطل کے درمیان ایک مرتبہ پھر معرکہ پیش آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب مشرکین مکہ کی جنگی تیاریوں کے بارے میں خبر ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے مدینہ منورہ میں ہی رہ کر دفاع کا ارادہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ کے اطراف میں خندق کھدوانے کا مشورہ دیا جسے حضور نبی کریم ﷺ نے پسند کیا۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شانہ بشانہ خندق کی کھدائی میں حصہ لیا۔ جس وقت مشرکین مکہ حملہ آور ہوئے تو وہ شہر کے گرد خندق دیکھ کر پریشان ہو گئے اور شہر کے باہر ہی خیمہ زن ہو گئے۔ کچھ روز کے محاصرے کے بعد ایک روز تیز آندھی آئی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ان کے جانور بھاگ گئے جس کی وجہ سے مشرکین مکہ ایک مرتبہ پھر ذلیل و خوار واپس لوٹ گئے۔

غزوہ خندق کے دوران بنوقریظہ نے وعدہ خلافی کی اور مشرکین مکہ کی مدد کی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر ترتیب دیا۔ لشکر اسلام تیس ہزار سپاہ پر مشتمل تھا۔ جب لشکر اسلام نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو انہوں نے پچیس دن کے محاصرے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو منصف مقرر کیا گیا جنہوں نے فیصلہ دیا کہ بنو قریظہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے ان کی عورتوں اور بچوں کو بطور مالِ غنیمت سمجھا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو سراہا اور فرمایا کہ تم نے اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق فیصلہ سنایا۔

ذی قعدہ ۶ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ قریباً چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرہ کی سعادت کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ عسفان کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کے مشرکین مکہ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تا کہ وہ انہیں بتا سکیں کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں بلکہ طواف کعبہ کی نیت سے آئے ہیں۔ جس وقت حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے یرغمال بنالیا۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ کے پاس افواہ پہنچی کہ مشرکین مکہ نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ جب مشرکین مکہ کو اس بیعت کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کریں۔ چونکہ یہ معاہدہ حدیبیہ کے مقام پر ہوا اس لئے اس معاہدہ کو تاریخ میں معاہدہ حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۷ ھ میں غزدۂ خیبر کا معرکہ پیش آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سربراہی میں لشکر اسلام نے یہودیوں کے سب سے بڑے گڑھ خیبر کی جانب پیش قدمی کی اور معاہدوں کی

خلاف ورزی پر ان کی سرکوبی کا ارادہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کا پرچم حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جن کی سربراہی میں خیبر کا سب سے بڑا قلعہ قموص فتح ہوا۔ قموص کی فتح کے بعد یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔

۷ ھ میں ہی مسلمانوں کا جو گروہ ملک حبشہ کی جانب ہجرت کر گیا تھا اس کے باقی ماندہ لوگ بھی مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اسی سال حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو کہ اس وقت تک مشرک تھے ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

۷ ھ میں ہی حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف بادشاہوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے۔ ان میں حبشہ کے شاہ نجاشی، شاہِ بحرین، شاہِ عمان نے دین اسلام قبول کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ سے ہر ممکن مدد کا وعدہ کیا جبکہ شاہِ ایران نے آپ ﷺ کا خط پھاڑ دیا اور اپنے بیٹے کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔ شاہِ مصر نے آپ ﷺ کے خط کے جواب میں دو کنیزیں بطورِ تحفہ اور چند تحائف بھیجے۔ انہی کنیزوں میں ام المومنین حضرت ام ماریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو آپ ﷺ کی زوجہ بنیں۔ شاہِ روم نے آپ ﷺ کے خط کے جواب میں خاموشی اختیار کئے رکھی اور کوئی جواب نہ دیا۔

ذی قعدہ ۷ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے عمرہ ادا کیا اور اپنی آخری شادی ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کی۔

۸ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف مہمات روانہ کیں جن میں معرکہ موتہ، معرکہ ذاتِ سلاسل اور معرکہ سیف البحر نمایاں ہیں۔

رمضان المبارک ۸ ھ میں قریش کے حلیف قبیلہ بنوبکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ پر چڑھائی کر دی اور انہیں شدید نقصان پہنچایا۔ بنوخزاعہ نے حضور نبی کریم

ﷺ سے مدد کی درخواست کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قریش کی جانب اپنا قاصد روانہ کیا اور ان سے کہا کہ مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے اور قریش بنوبکر کی حمایت ترک کر دیں۔ اگر قریش اس کے انکاری ہیں تو پھر معاہدہ حدیبیہ کو ختم سمجھا جائے۔ قریش کے سرداروں نے معاہدہ حدیبیہ کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس وقت قاصد واپس روانہ ہوا تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا تا کہ وہ اس معاہدہ کو برقرار رکھ سکیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام کیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے سفارش کی کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ سے کہہ کر معاہدہ کو بحال کروا دیں مگر ان سب نے اس کی سفارش کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ناکام واپس لوٹ آئے۔

رمضان المبارک ۸ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر تیار کیا اور اپنی سربراہی میں مکہ مکرمہ کی جانب پیش قدمی شروع کی۔ راستہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ جو کہ دین اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت کے لئے مدینہ منورہ جا رہے تھے وہ مل گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور آپ رضی اللہ عنہ آخری مہاجر ہیں کیونکہ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ جس وقت لشکر اسلام نے مکہ مکرمہ کے باہر پہنچ کر قیام کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ کوئی بھی بے جا خون نہیں بہائے گا اور جو ان سے مقابلہ کرے گا وہ اس سے مقابلہ کریں گے۔ اس دوران حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ لشکر اسلام میں تشریف لائے اور اتنے بڑے لشکر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو لیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اب بھی اسلام نہیں لاؤ گے کیا

اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اللہ عزوجل کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار کرو۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پر توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

۲۶ رمضان المبارک ۸ ھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر اسلام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ کوئی قتال نہ ہوا۔ مشرکین مکہ، لشکر اسلام کے جاہ وجلال سے مرعوب ہو چکے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کیا اور اس ضمن میں سب سے پہلے اپنے چچا حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا خون معاف کیا۔ بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کیا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ہمراہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ بیت اللہ شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعات نفل شکرانے کے ادا کئے اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ نماز کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دیں اور اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اعلان کریں۔

فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ حنین اور طائف کے قبائل لشکر اسلام کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قبائل کی سرکوبی فرمائی اور ان علاقوں میں بھی دین اسلام کا پرچم بلند کیا۔

رمضان المبارک ۹ ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لشکر عظیم کے ہمراہ شام کی جانب روانہ ہوئے۔ شام کے سفر کے دوران مختلف علاقوں کو فتح کرتا ہوا لشکر اسلام تبوک کے مقام پر پہنچ گیا۔ تبوک کے مقام تک مسلسل سفر کی وجہ سے لشکر اسلام کافی تھک چکا تھا اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر اسلام کو واپس چلنے کا حکم دیا اور اسی کو کافی جانا۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری غزوہ تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاتِ خود شامل ہوئے۔ اس غزوہ کے

بعد آپ ﷺ نے مختلف سپہ سالاروں کی سربراہی میں لشکر بھیجے جنہوں نے دین اسلام کی فتوحات میں اضافہ کیا۔

ذی الحجہ ۹ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے روانہ کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مناسک حج سکھائے اور انہیں تلقین فرمائی کہ وہ بیت اللہ شریف میں جا کر سب لوگوں کو مناسک حج سکھا دیں۔

فتح مکہ کے بعد عرب کے مختلف علاقوں سے وفود حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اپنے اپنے قبائل سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ یوں بغیر جنگ و جدل کے کچھ ہی عرصہ میں دین اسلام جزیرہ نمائے عرب میں پھیل چکا تھا۔ اسی دوران حج کا موقع آ گیا۔ ذی قعدہ ۱۰ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے حج پر جانے کا اعلان فرمایا۔ اس موقع پر قریباً ایک لاکھ افراد مدینہ منورہ جمع ہو گئے۔ ۲۶ ذی قعدہ ۱۰ھ کو حضور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے نواح میں واقع ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔۔ یہاں آپ ﷺ نے غسل کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے احرام باندھا اور حج کی نیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس موقع پر آپ ﷺ کی زبان پر تکبیر با آوازِ بلند جاری تھی:

> ''ہم حاضر ہیں اے اللہ! ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر ہیں تمام تعریفیں، نعمتیں اور حکومتیں تیری ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور عمرہ ادا کیا۔ ۹ ذی الحجہ کو آپ ﷺ نے میدانِ عرفات میں ذیل کا خطبہ دیا جسے خطبہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! زمانہ جاہلیت کے تمام دستور میرے قدموں تلے ہیں۔ اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ اب نہ کسی عربی کو کسی عجمی اور نہ ہی کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے' نہ ہی کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ ہی کسی کالے کو کسی گورے پر سوائے تقویٰ کے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور انہیں پہننے کے لئے وہی دو جو تم خود پہنتے ہو۔ میں نے زمانہ جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔ میں زمانہ جاہلیت کے سود کے کاروبار کو بھی ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کا سود ختم کرتا ہوں۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا حق ان پر ہے۔ تمہاری جان و مال ایک دوسرے پر حرام ہے۔ جس طرح یہ دن اور یہ شہر اور اس دن جب تم اپنے رب سے ملنے والے ہو۔ میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں جسے تم اگر مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ اللہ نے ہر حق دار کو حق دیا ہے پس وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے۔ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے اور اس کا حساب اللہ کے ہاں ہو گا۔ لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی سے نہ پکارا جائے گا اور نہ غلام کو اپنے آقا کے سوا کوئی نسبت ہو گی۔ جو کوئی ایسا کرے گا اس پر اللہ کی لعنت

ہو گی۔عورت کو یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر کچھ لے اور قرض کی اور مانگی ہوئی چیز کو واپس کیا جائے۔تحفہ کا بدلہ تحفہ ہے اور ضامن پر تاوان واجب ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اس خطبہ کے اختتام پر تمام حاضرین سے دریافت فرمایا کہ جب تم سے میرے متعلق دریافت کیا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب حاضرین نے بیک وقت کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کا پیغام ہم تک پہنچا دیا۔آپ ﷺ نے ان کی بات سننے کے بعد آسمان کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا کہ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے بعد قرآن مجید کی آخری آیات نازل ہوئیں جن میں دین اسلام کے مکمل ہونے اور نعمت کو پورا کرنے کا بیان ہوا اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں آپ (ﷺ) سے راضی ہو گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے بعد ازاں منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"تمہارا خون' تمہارا مال اور تمہاری عزت تم پر اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن' یہ مہینہ اور شہر۔اگر تم پر کوئی حبشی غلام بھی حاکم بنا دیا جائے تو تم اس کی اطاعت کرنا جب تک وہ تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق چلائے۔"

حج بیت اللہ سے واپسی پر حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ پھر شام پر حملہ کے لئے لشکر اسلام ترتیب دیا جس کی سپہ سالاری حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں یہ لشکر ۲۶ صفر المظفر ۱۱ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوا اور رات ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ کے اطراف میں ہی قیام کیا۔اگلے روز جب اس لشکر کو آپ ﷺ کی بیماری کی اطلاع ملی تو یہ لشکر وہیں رک گیا۔۲۶ صفر المظفر کی رات کو لشکر کی روانگی کے بعد آپ ﷺ جنت البقیع تشریف لے گئے اور ان کے حق میں دعائے

خیر فرمائی۔ جنت البقیع سے واپسی پر آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ آپ ﷺ اس وقت ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام پذیر تھے۔ آپ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو وہاں بلایا اور ان سب سے مشورہ کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں منتقل ہوگئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں منتقل ہونے کے بعد آپ ﷺ کی طبیعت مزید ناساز ہونا شروع ہوگئی اور یوں محسوس ہونے لگا کہ حکم الٰہی آن پہنچا ہے۔ ۸ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ ﷺ نے نقاہت کے باعث حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا اور لوگوں کو ان کی امامت میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ اگلے روز جمعہ تھا آپ ﷺ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد نبوی ﷺ میں تشریف نہ لائے۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حسب فرمان نماز کی تیاری شروع کی۔ اس دوران حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھے سہارا دے کر مسجد میں لے چلو۔ یہ دونوں حضرات آپ ﷺ کو سہارا دے کر مسجد میں لے آئے۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کی آہٹ سنی تو امامت سے پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا اور خود ان کی امامت میں نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے مختصر سا خطاب کیا جو آپ ﷺ کا آخری خطاب تھا۔ بعد ازاں آپ ﷺ میدانِ احد میں تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ وہاں سے واپسی پر آپ ﷺ کی طبیعت قدرے سنبھل گئی مگر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ ﷺ کی طبیعت ایک مرتبہ پھر شدید ناساز ہوگئی۔ صبح فجر کے وقت آپ ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ سرکایا اور حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں لوگوں کو نماز ادا کرتے دیکھ کر مسکرائے اور پردہ ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو

مسواک چبا کر دینے کا کہا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک چبا کر آپ ﷺ کو دے دی۔ آپ ﷺ نے ان کی گود میں سر رکھ دیا اور اسی حالت میں وصال فرما گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر آناً فاناً سارے شہر میں پھیل گئی۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کے حجرۂ مبارک کے باہر جمع ہو گئے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ آپ ﷺ کو غسل حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے دیا۔ آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ فرداً فرداً ادا کی گئی اور آپ ﷺ کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں ہی مدفون کیا گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء علیہم السلام ہیں۔ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ دین برحق کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔ قرآن مجید میں فرمانِ الٰہی ہوتا ہے کہ ہم نے آپ (ﷺ) کو بڑے خلق کے ساتھ پیدا کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں کہ میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ حضرت سعد بن ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا خلق کیسا تھا؟ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ حضور نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور انسانوں سے افضل ہیں اس لئے آپ ﷺ کو افضل البشر بھی کہا جاتا ہے۔ روزِ محشر آپ ﷺ کو مقامِ محمود عطا کیا جائے گا اور جنت میں آپ ﷺ کا قیام حوضِ کوثر پر ہوگا۔ روزِ محشر تمام نسب و حسب منسوخ کر دیئے جائیں گے سوائے آپ ﷺ کے نسب و حسب کے۔ روزِ محشر آپ ﷺ سب سے پہلے پل صراط سے گزریں گے جس کی بدولت آپ ﷺ کی امت کا پل صراط سے گزرنا آسان ہو جائے گا۔ آپ ﷺ سب سے پہلے اپنی قبر مبارک سے نکلیں گے اور آپ ﷺ کے ہمراہ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ہوں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تمام دنیاوی زندگی آزمائش سے بھرپور ہے۔آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل آپ ﷺ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ابھی آپ ﷺ محض چھ برس کے تھے کہ والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں۔ آٹھ برس کی عمر میں دادا حضرت عبدالمطلب وصال فرما گئے۔ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے تولد ہوئے جو کم سنی میں ہی وصال فرما گئے۔۱۰ نبوی میں چچا حضرت ابوطالب وصال فرما گئے اور ان کے وصال کے کچھ دنوں بعد ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں۔اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ سال تک مشرکین مکہ کے مظالم برداشت کرتے رہے۔ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تین صاحبزادیوں کا وصال آپ ﷺ کے سامنے ہوا۔غزوات میں شامل رہے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلجوئی فرماتے رہے۔ کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا۔آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھ پر دنیا کو پیش کیا گیا مگر میں نے فقر کو ترجیح دی۔الغرض آپ ﷺ نے اپنی تمام زندگی مصائب و مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے بسر کی۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے لئے حضور نبی کریم ﷺ کا اسوہ بہترین نمونہ ہیں کہ کس طرح مصائب میں صبر کیا جاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہر قسم کے عیوب سے پاک تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے خلق عظیم سے غیر مسلم بھی متاثر تھے۔آپ ﷺ کو صادق اور امین کے القاب دیئے گئے۔آپ ﷺ نے اپنی تمام زندگی مہمان نوازی اور سادگی میں بسر فرمائی۔معاشرے میں عدل وانصاف قائم کیا۔آپ ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں بے شمار رسومات اور برائیاں پائی جاتی تھیں جن کی وجہ سے معاشرہ عدم استحکام کا شکار تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد معاشرے میں عدل وانصاف کو فروغ دیا اس لئے تاریخ انسانی میں آپ ﷺ کے دور کو سب سے بہترین دور قرار دیا جاتا ہے۔

والدین

جیسا کہ سطورِ بالا میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور والدہ ماجدہ شہزادیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے والدین کا تذکرہ مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔

امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

مقتدائے جملہ اولیاء واصفیاء، غریق بحر بلا، داماد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، چوتھے خلیفہ راشد ابوتراب حضرت سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اہل علم طریقت کے امام و پیشوا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام "علی" ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب اور ابوالحسن ہے اور لقب اسد اللہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام "علی" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو مولودِ کعبہ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پرورش حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پرورش پانے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بہترین نمونہ ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت ہجرت حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے

بستر پر لٹایا تا کہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر سکیں۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوات میں شمولیت اختیار کی اور اپنی بہادری کے بے مثال جوہر دکھائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی اسی شجاعت کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کو ''اسد اللہ'' کا لقب عطا فرمایا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لئے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی جواب دیا کہ مجھے حکم الٰہی کا انتظار ہے۔ ایک دن حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ محو گفتگو تھے اور گفتگو کا موضوع تھا کہ ہمارے سمیت بے شمار شرفاء نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی ہے لیکن ہم میں سے کسی کو اس بارے میں مثبت جواب نہیں ملا ایک علی (رضی اللہ عنہ) رہ گئے ہیں لیکن وہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے خاموش ہیں ہمیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کر سکیں۔ چنانچہ یہ حضرات اسی وقت حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو انہیں پتہ چلا کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت ایک دوست کے باغ کو پانی دینے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب یہ حضرات اس جگہ پہنچیں تو انہوں نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر قائل کیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی دختر نیک اختر کا رشتہ مانگیں انہیں یقین ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانثاری اور شرافت کی بناء پر انہیں اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ دے دیں گے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان اکابر صحابہ کی تحریک پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی

خواہش کا اظہار کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے قبول فرمالیا اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس مہر دینے کے لئے کیا ہے؟ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس وقت میرے پاس صرف ایک گھوڑا اور ایک ذرہ موجود ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اپنی ذرہ فروخت کر دو اور اس سے جو رقم ملے وہ لے کر میرے پاس آجانا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زرہ لی اور مدینہ منورہ کے بازار میں چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی زرہ لے کر بازار میں کھڑے تھے کہ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا گزر وہاں سے ہوا۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے یہاں کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ یہاں اپنی زرہ فروخت کرنے کے لئے کھڑے ہیں۔ چنانچہ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو درہم میں خرید لی اور پھر وہ زرہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تحفتہً دے دی۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر تمام ماجرا حضور نبی کریم ﷺ کے گوش گزار کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ ایثار دیکھ کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور زرہ کی رقم حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس سے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے ضروری اشیاء خرید فرمائیں۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تمام اشیاء خرید کر لے آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے خود حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح ۱ھ میں ہوا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پیغام سنا تو آپ ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوتی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی مطلع کیا ہے کہ میں اپنی لاڈلی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تمام مہاجرین و انصار میں منادی کروادو کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائیں۔ چنانچہ مہاجرین و انصار کی ایک کثیر تعداد مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائی اور حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی دختر نیک اختر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد یعنی نکاح کے قریباً سات یا آٹھ ماہ بعد ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ تمام مہاجرین و انصار کو اپنے ولیمہ میں شرکت کی دعوت دیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعوتِ ولیمہ میں چھوہارے اور گوشت سے کھانا تیار کروایا گیا اور اس دعوتِ ولیمہ سے بہترین دعوتِ ولیمہ کوئی نہ تھی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بعد حضور نبی کریم ﷺ، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور اپنی دختر نیک اختر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے تمہاری شادی خاندان کے سب سے بہتر شخص سے کی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:

"الٰہی! ان دونوں میں محبت پیدا فرمانا اور انہیں ان کی اولاد کی برکت عطا فرمانا اور ان کو خوش نصیب بنانا' ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمانا اور ان کی اولاد کو ترقی اور پاکیزگی عطا فرمانا۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال سے قبل حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! آج کے بعد تم مجھے حوضِ کوثر پر ملو گے اور میرے بعد تم پر بے شمار مصائب نازل ہوں گے تم ان مصائب کو صبر کے ساتھ مقابلہ کرنا اور جس وقت لوگ دنیا اختیار کریں تم آخرت اختیار کرنا۔

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات کی خبریں اور روایتیں بے بنیاد ہیں۔ صحیح روایات سے یہ بات پایہ سند کو پہنچتی ہے کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مقدم جانا اور ان کے دست حق پر بیعت کی۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جو مجلس شوریٰ قائم کی حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے رکن تھے اور حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اہم امور میں آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے۔

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کی۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مجلس شوریٰ کا رکن برقرار رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ سے ہر اہم معاملہ میں رائے طلب کی۔ بعدازاں جب حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محکمہ افتاء قائم کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کو مفتی اعظم کا عہدہ دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو فتویٰ جاری کرنے کا اختیار نہ دیا۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عثمان غنیؓ' حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت زبیر بن العوام' حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام بطورِ خلیفہ نامزد کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کر لی جس کے بعد بقیہ تمام حضرات نے بھی حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کر لی۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بے حد عقیدت تھی۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہر مشکل وقت میں اپنے بہترین مشوروں سے نوازا۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کو فوقیت دیتے تھے۔ جس وقت حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو حضرت سیّدنا

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم جو کہ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت پر مامور تھے انہیں جھڑکتے ہوئے سخت سست کہا کہ تم ان کی حفاظت کرنے میں ناکام رہے۔

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصرار پر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت قبول فرمایا۔ جس وقت حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے وہ دور شدید مصائب کا دور تھا۔ مسلمان گروہوں میں بٹ چکے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی خلافت کا اعلان کر دیا تھا اور کئی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کر چکے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے جن مصائب کی نشاندہی فرمائی تھی وہ مصائب اب سامنے آ چکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے دوران غلط فہمی کی بنا پر جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا جس میں دونوں جانب سے بے شمار مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کو خیر باد کہا اور کوفہ روانہ ہو گئے اور کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔ کوفہ پہنچنے کے بعد جنگ صفین کا واقعہ پیش آیا جس میں ایک مرتبہ پھر بھاری تعداد میں مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا۔ بعد ازاں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔ معاہدے کے مطابق حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے زیر تسلط علاقہ پر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے زیر تسلط علاقہ پر خلیفہ مقرر ہوئے۔ اس معاہدہ کے بعد ایک مرتبہ پھر فتنوں نے سر اٹھایا اور خارجیوں کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں کی سرکوبی فرمائی اور اسی دوران موقع پا کر ایک خارجی ابن ملجم نے بوقت نمازِ فجر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ

رضی اللہ عنہ کو جامع کوفہ میں سپردِ خاک کیا گیا جہاں آپ رضی اللہ عنہ کا مزارِ پاک آج بھی مرجع گاہ خلائق خاص وعام ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار ومہاجرین میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مساوات اخوت کا رشتہ قائم کیا لیکن میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم میرے دنیا اور آخرت کے بھائی ہو۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لباس نہایت معمولی ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اوڑھنے کے لئے صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپاتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ مدینہ منورہ کے ایک معمولی سے مکان میں رہائش پذیر تھے۔ عالی شان محلوں سے آپ رضی اللہ عنہ کو شدید نفرت تھی یہی وجہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے گئے تو دارالامارت میں قیام کرنے کی بجائے ایک میدان میں خیمہ لگا کر اس میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نیند آتی تو بلاتکلف فرشِ خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ دنیا سے بے اعتنائی برتتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کبھی مال اکٹھا نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر رات کی تنہائیوں میں دنیا کو یوں مخاطب ہوتے تھے: اے دنیا! کیا تو میرے سامنے بن سنور کر آتی ہے اور مجھ پر ڈورے ڈالتی ہے؟ میں تجھے ہمیشہ کے لئے خود سے جدا کر چکا ہوں اور تیری محفل حقیر ہے اور تیری ہلاکت آسان ہے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شب بیدار اور عبادت گزار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو عبادت میں اس قدر خشوع وخضوع حاصل تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز کے کھڑے ہوتے تو اپنے

اردگرد کی کچھ خبر نہ رہتی یہاں تک کہ جسم پر ہونے والی کسی واردات کی خبر نہ ہوتی تھی۔ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو تیر لگ گیا جو جسم میں اتنی گہرائی تک چلا گیا کہ اس کا نکالنا مشکل ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوں تو تم اس تیر کو نکال لینا۔چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اس تیر کو نکال دیا گیا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اُف تک نہ کی۔

مقامِ صفین پر حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا گزر لشکر سمیت ایسی جگہ سے ہوا جہاں پانی دستیاب نہ تھا۔لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ سے پانی کی نایابی پر شکوہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک جانب جا کر فرمایا کہ یہاں کھدائی کرو۔چنانچہ اس جگہ زمین کی کھدائی کی گئی لیکن ایک بھاری پتھر آڑے آ گیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس پتھر کو ایک ہی جھٹکے میں باہر نکال دیا جیسے ہی وہ پتھر باہر نکلا وہاں سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا۔آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے اور جانوروں نے سیر ہو کر وہ پانی پیا۔جب لشکر نے اپنی تمام مشکیں پانی سے بھر لیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پتھر اسی جگہ پر رکھ دیا جس سے پانی کا وہ چشمہ بند ہو گیا۔آپ رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کو دیکھ کر قریب واقع ایک گرجا کا پادری حاضر خدمت ہوا اور درخواست کی کہ مجھے دائرہ اسلام میں داخل فرمائیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے؟ اس پادری نے کہا کہ میں نے الہامی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس جگہ ایک پوشیدہ چشمہ ہے جسے وہ جاری کرے گا جو نبی آخر الزماں کا وصی ہو گا اور آپ رضی اللہ عنہ یقیناً نبی آخر الزماں کے وصی ہیں۔حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جب اس کا کلام سنا تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہاں تک کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی۔

شہزادئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نام ''فاطمہ'' اور لقب ''زہرا'' ہے۔آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی صاحبزادی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا ام المومنین

حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے 1 نبوی میں تولد ہوئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن سے ہی تنہائی پسند تھیں یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی کھیل کود میں شامل نہ ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا' اپنے والد بزرگوار حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف فرما ہو جاتیں اور ان سے مختلف فقہی مسائل دریافت کرتی رہتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ابھی صرف دس برس ہی تھی کہ والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو والدہ ماجدہ سے بے حد لگاؤ تھا اور یہی وجہ تھی کہ ان کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہا غمگین رہنے لگ گئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ رضی اللہ عنہا کی تمام تر ذمہ داری ان کے سپرد کر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ جب تبلیغ اسلام کی سخت محنت اور مشرکین کی تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد گھر تشریف لاتے تو آپ رضی اللہ عنہا ان کی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتیں۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! گھبراؤ نہیں اللہ تمہارے باپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔

ہجرت مدینہ کے وقت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سن بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ جب ہجرت مکمل ہو گئی اور قریباً تمام مسلمان مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچ گئے تو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی درخواست کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل چاہے گا وہی ہوگا۔ پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں بھی وہی جواب دیا۔ بعدازاں حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

بوقت نکاح حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پندرہ سال اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اکیس برس تھی۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے کچھ فاصلہ پر واقع تھا۔ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی لاڈلی صاحبزادی سے بے پناہ محبت تھی اس لئے ایک دن ان سے فرمایا کہ بیٹا! میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے نزدیک بلوا لوں۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ بابا جان! حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کے کئی مکانات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کے قرب و جوار میں موجود ہوں اگر ان سے کہا جائے تو وہ کوئی مکان خالی کر دیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حارثہ (رضی اللہ عنہ) نے پہلے بھی مہاجرین کو اپنے بہت سے مکانات دیئے ہیں اس لئے اس سے کہتے ہوئے عجیب لگتا ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے بعد خاموش ہو گئیں۔ کچھ روز بعد جب حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کو اس بات کا علم ہوا تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان سے متصل اپنا ایک مکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، میری تمام چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ملکیت ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں جیسے چاہیں استعمال میں لا سکتے ہیں میرے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والے ہر شے سے مقدم ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنے اہل خانہ سمیت اس مکان میں منتقل ہو جائیں۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ فتوحات کے زمانہ میں بے شمار غلام اور لونڈیاں بطور مالِ غنیمت آئیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر گھریلو کام کاج کے لئے کوئی لونڈی مانگ لیں تاکہ گھریلو کام کاج میں ان کی مدد ہو سکے۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضور

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچیں تو آپ ﷺ گھر موجود نہ تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کی آؤ بھگت کی اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا مدعا بیان کیا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے آنے پر ان سے بات کریں گی۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے گھر واپس تشریف لے گئیں اور پھر جب حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے آنے کی اطلاع دی اور ان کا مدعا بیان کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت فوراً آپ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: بیٹی! میں تمہیں فی الحال کوئی لونڈی یا غلام نہیں دے سکتا کیونکہ ابھی مجھے اصحابِ صفہ کی خورد ونوش کا بندوبست کرنا ہے اور میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنہوں نے دین اسلام کی خدمت کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا تا کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ نیز فرمایا کہ میں تمہیں آج ایسی بات بتاتا ہوں جو تمہارے لئے لونڈی اور غلام کی نسبت ہزار ہا درجے بہتر ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم رات کو سوتے وقت اور ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ عمل تمہارے لئے لونڈی اور غلام کی نسبت کئی گنا بہتر ہوگا۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ایک حصہ ہے اور جس نے اسے ناراض کیا گویا اس نے مجھے ناراض کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت صابر وشاکر تھیں۔ اپنے گھر کا تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ، آپ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھ رکھا ہے کہ اس سے سر کو ڈھانکتیں تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپاتیں تو

سر ننگا ہو جاتا تھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ صبح کے وقت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دروازے پر پہنچ کر فرمایا: السلام علیکم بیٹی! میرے ہمراہ ایک شخص بھی ہے کیا ہم اندر آ جائیں؟ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بابا جان! اس وقت میرے بدن پر ایک پرانی قمیض کے سوا کچھ نہیں اور اس قمیض سے سارا بدن نہیں ڈھانپا جا سکتا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر انہیں پکڑا دی جس سے انہوں نے اپنا بدن ڈھانپ لیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ مجھے لے کر گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے حال دریافت کیا تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بابا جان! کل سے فاقہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ ان کی بات سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ بیٹی! میں نے خود تین دن سے کچھ نہیں کھایا حالانکہ میں اللہ کا محبوب اور رسول ہوں اور تمہاری نسبت اللہ عزوجل کے زیادہ قریب ہوں۔ بیٹی! میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کندھوں پر رکھا اور فرمایا کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو دنیا و آخرت میں سردار ہے، تم اپنے شوہر کے ساتھ صبر و شکر سے رہو۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کھانا پکاتے وقت بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہتی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ جب بوقت نماز ہمارے گھر کے آگے سے گزرتے تو گھر سے چکی کے چلنے کی آواز سن کر فرماتے: یاالٰہی! فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو ریاضت و قناعت کی جزائے خیر عطا فرما اور اسے فقر کی حالت میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کسی کام سے بھیجا میں جب حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس وقت سو رہے تھے اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اس وقت قرآن مجید کی تلاوت فرما رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی زبانِ مبارک سے قرآن مجید کے الفاظ سن کر مجھ پر رقت طاری ہوگئی جو کافی دیر تک طاری رہی۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمیں کھانا ایک وقت کے بعد میسر آیا۔ میں، بھائی حسین (رضی اللہ عنہ) اور والد بزرگوار حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھانا کھا چکے اور والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کھانا تناول فرمانے لگی تھیں کہ ایک سائل نے دروازے پر آ کر صدا لگائی کہ اے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی! تم پر سلام ہو میں دو وقت سے بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا دو۔ والدہ ماجدہ نے جب اس سائل کی صدا سنی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا کھانا مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ یہ کھانا اس سائل کو دے آؤ میں نے ایک وقت کا کھانا نہیں کھایا جبکہ وہ دو وقت کا بھوکا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حضور نبی کریم ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنی گفتگو، اپنی چال اور اپنے حسن خلق میں حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ، حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کے گھر کے دروازے پر ایک رنگین پردہ لٹکا ہوا ہے اور پھر جب حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ملے تو ان کے ہاتھ میں چاندی کے دو کنگن دیکھے۔ آپ ﷺ بغیر کچھ گفتگو کیے واپس لوٹ آئے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جب حضور نبی کریم ﷺ کا رویہ دیکھا تو بے تحاشا رو پڑیں۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہا کے گھر کسی کام سے تشریف لائے۔ انہوں نے

جب آپ رضی اللہ عنہا کو روتے دیکھا تو رونے کی وجہ دریافت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے سارا ماجرا انہیں سنایا اور اپنے دونوں کنگن اور دروازے کا پردہ اتار کر انہیں دے دیا اور کہا کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا کہ وہ اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیں۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ جب وہ چیزیں لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کے حق میں دعائے خیر و برکت فرمائی اور ان اشیاء کو فروخت کر کے ان کی قیمت اصحابِ صفہ کے خرچ کے لئے وقف کر دی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں اپنی لاڈلی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا۔ جب حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لئے تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کچھ کہا جس پر وہ رو پڑیں۔ پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ مسکرا پڑیں۔ میں نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کیا تو وہ ٹال گئیں۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ پھر اصرار کر کے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مجھے اپنے وصال کی خبر دی جس کو سن کر میں رو دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور میرے اہل میں سب سے پہلے تم مجھ سے آن ملو گی جس کو سن کر میں مسکرا دی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا جو دین اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اللہ عزوجل نے اس یہودی کو ہدایت بخشی اور وہ اپنے اہل خانہ سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس یہودی کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس کے خاندان نے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ خاندان کی جانب سے بائیکاٹ کرنے کی وجہ سے اس کا کاروبار ختم ہو گیا اور وہ نہایت مفلسی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد اس کی بیوی انتقال فرما گئی۔

چونکہ اس کے خاندان والوں نے اس کا بائیکاٹ کر رکھا تھا اس لئے اس کے گھر میں اس کی بیوی کی میت پڑی تھی اور کوئی غسل دینے والا نہ تھا۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو جب علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا اپنی خادمہ حضرت فضہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ اس کے گھر گئیں اور حق ہمسائیگی ادا کرتے ہوئے اس کی بیوی کو غسل دے کر کفن پہنایا۔

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بطن سے تین بیٹے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ' حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا محسن رضی اللہ عنہ اور تین بیٹیاں حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ' حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تولد ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے قریباً چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ بوقت وصال آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۲۸ برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں مدفون کیا گیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منقش چادر اوڑھ رکھی تھی۔ یہ چادر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں داخل کر لیا اور پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ میرے گھر والوں سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں صاف ستھرا کر دے۔

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور جو کوئی اس سے دشمنی رکھے گا وہ جہنم واصل ہوگا اور میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی الفت سو جگہ نفع پہنچاتی ہے اور

ان جگہوں میں سے چند ایک موت کے وقت، قبر میں حساب و کتاب کے وقت، میزان اور پل صراط کے وقت اور روزِ محشر حساب کے وقت شامل ہیں اور میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جس شخص سے خوش ہوگی میں اس سے خوش ہوں گا اور اللہ بھی اس سے خوش ہوگا اور میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جس سے ناراض ہوگی اس سے میں بھی ناراض ہوں گا اور اس سے اللہ بھی ناراض ہوگا اور جو شخص ان کے شوہر علی (رضی اللہ عنہ) اور ان کی اولاد پر ظلم کرے گا اس کے لئے ہلاکت ہے۔

فضائل اہل بیت

حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات، آپ ﷺ کی صاحبزادیاں اور داماد یہ سب اہل بیت رسول ﷺ ہیں۔ سورۂ نمل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی گھر والی سے فرمایا مجھے ایک آگ نظر آتی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کو آپ علیہ السلام کا اہل بتایا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے سورۂ احزاب میں ارشاد فرمایا:

''اے نبی (ﷺ) کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔''

یعنی اللہ عزوجل نے ہر وہ کام جو کہ شریعت کے خلاف ہے، ہر وہ کام جو بارگاہِ الٰہی میں ناپسندیدہ ہے، اہل بیت حضور نبی کریم ﷺ کو ان سے پاک کرنے پر قادر ہے اور اس ضمن میں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

''میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔''

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سورۂ احزاب کی آیت میرے گھر میں نازل ہوئی تھی اور جب یہ آیت نازل ہوئی میں اس وقت دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اہل بیت ہوں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری ازواج اہل بیت ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورۂ احزاب کی آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ چالیس روز تک فجر کے وقت مسلسل اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لے جاتے رہے اور فرماتے رہے:

''اے میرے اہل بیت! تم پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکت نازل ہو نماز پڑھو تا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے چھ ماہ بعد تک حضور نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر فجر کے وقت جاتے رہے اور با آوازِ بلند فرماتے:

''اے میرے اہل بیت! نماز پڑھو اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ وہ نبی کے گھر والوں سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔''

طبرانی کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ کے قرابت دار کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اللہ عزوجل کے حضور یوں گویا ہوئے:

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

''میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرا میرے اہل بیت۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ عزوجل سے محبت کرو کہ وہ تمہیں تمام نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور مجھ سے محبت اللہ عزوجل کی خاطر کرو جبکہ میرے اہل بیت سے محبت میرے سبب سے کرو۔''

تفسیر کبیر میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص میرے اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی اور جو شخص میرے اہل بیت سے بغض رکھ کر مرا وہ کافر ہو کر مرا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز تھے۔ انصارِ مدینہ نے جب دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے مصارف بہت زیادہ ہیں لیکن آپ ﷺ کی آمدن کچھ نہیں تو انہوں نے اپنا مال واسباب جمع کر کے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی تبلیغی کاوشوں اور نظر کرم سے ہمیں ہدایت نصیب ہوئی، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اخراجات زیادہ ہیں لیکن آمدی کچھ نہیں ہے آپ ﷺ ہماری جانب سے یہ مال ہدیۃً قبول فرمالیں۔ جس وقت انصار یہ بات کر رہے تھے اس وقت حضور نبی کریم ﷺ پر سورۃ الشعراء کی آیت ذیل نازل ہوئی:

''(یا رسول اللہ ﷺ) فرما دیجئے کہ میں اس دعوتِ حق پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بجز اپنے قرابت داروں کی محبت کے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

''جس شخص نے نماز پڑھی اور اس نے مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔''

صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مومن اور متقی شخص مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھتا ہے جبکہ منافق اور شقی القلب ہم سے بغض رکھتا ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''روزِ محشر میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ اول وہ جو میرے اہل بیت سے محبت رکھے، دوم وہ جوان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو، سوم وہ جب میرے اہل بیت بحالت مجبوری اس کے پاس آئیں تو ان کے معاملات احسن طریقے سے نپٹائے اور چہارم وہ جو دل و زبان سے ان کی محبت کا اقرار کرنے والا ہو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اہل بیت:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے دائیں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بائیں جانب حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سامنے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی نشست ان کے لئے خالی کردی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: اہل فضل کی فضیلت صرف اہل فضل ہی جان سکتا ہے۔

ابن شہاب کی روایت ہے کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں جب کبھی حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ملتے تو اپنی سواری سے اتر کر ان کی عزت و توقیر کرتے اور ان کے ساتھ پیدل چلتے یہاں تک کہ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اپنے گھر پہنچ جاتے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی برائی کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے لے گئے اور فرمایا: تو ان کو جانتا ہے؟ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور جس کے تو برائی بیان کرتا ہے وہ ان کے داماد اور چچازاد بھائی ہیں' پس تو علی (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ بجز بھلائی کے مت کر اگر تو نے علی (رضی اللہ عنہ) کو تکلیف پہنچائی تو تو نے حقیقت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔

حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جایئے؟ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ واقعی تمہارے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اسے ایسی بات کہنے کو نہیں کہا۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: نہیں علی (رضی اللہ عنہ)! اس نے درست کہا یہ اس کے باپ کا منبر ہے۔

مندرجہ بالا فرمانِ الٰہی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے مراتب اور ان کی شان کو بیان کیا جائے تا کہ وہ لوگ جو انجانے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ جان لیں کہ اللہ عزوجل اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کے اہل بیت کی کیا شان ہے؟ اہل بیت کون ہیں؟ اس کی وضاحت ہم قرآنی آیات اور حدیث کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ کا مال حرام ہے۔ ان حضرات میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت سیّدنا عقیل رضی اللہ عنہ' حضرت سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ' حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولادیں شامل ہیں۔

ولادت باسعادت

ابوعبداللہ، شہید کربلا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو اس جہانِ فانی میں تشریف لائے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضور نبی کریم ﷺ کی چچی اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت سیّدہ ام فضل رضی اللہ عنہا بنت الحارث روایت بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے آج ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کیا خواب دیکھا؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم گھبراؤ نہیں یہ تو بہت ہی نیک خواب ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری جگر گوشہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں ایک بیٹا تولد ہوگا جسے تم اپنی گود میں لوگی۔

چنانچہ اس واقعہ کے بعد جب ۴ھ میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جو کہ والدہ ماجدہ کا دودھ پیتے تھے تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کی گود میں ڈال دیا اور یوں حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا۔

حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش حقیقی ماں کی طرح کی اور اپنا آرام و سکون آپ رضی اللہ عنہ پر قربان کردیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے بعد والد ماجد امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''حرب'' رکھا۔

روایات کے مطابق جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھا کر پیار کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی۔ پھر اپنا لعابِ دہن منہ میں ڈالا اور دعائے خیر فرماتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ''حسین (رضی اللہ عنہ)'' رکھا۔ پھر ساتویں روز آپ رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور بال اتروا کر ان کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی۔

خورشید جس کے نور کا ایک اقتباس ہے
اس کا جمال میری نظر کا لباس ہے
دست کرم کسی نے مرے منہ پہ رکھ دیا
میں کہنا چاہتا تھا مرا دل اداس ہے
ملتا ہے روز تیرے وسیلے سے ہم کو رزق
جو معترف نہیں ہے، نمک ناشناس ہے

تعلیم وتربیت

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بچپن کے سات برس حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی تربیت میں حضور نبی کریم ﷺ نے کسی قسم کی کوئی کمی نہ چھوڑی اور دونوں بھائی بچپن سے ہی حضور نبی کریم ﷺ کے بہترین اخلاق کا نمونہ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ رکھتے اور انہیں ہر چیز کے آداب سکھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی کئی احادیث مروی ہیں۔

جب تری چشم عنایت سے گزر جاتے ہیں
چمن دہر کے پھول اور نکھر جاتے ہیں

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ کی کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا۔ آپ ﷺ انہیں تقسیم فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی چھوٹے تھے آئے اور ایک کھجور کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ آپ ﷺ نے وہ کھجور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکالی اور فرمایا کہ میرے اہل بیت کے لئے زکوٰۃ حرام ہے۔ پس اس دن کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا حضور نبی کریم ﷺ کی بات ذہن نشین کر لی اور پھر کبھی اہل بیت کی سیادت پر حرف نہ آنے دیا۔

فضائل ومناقب

پڑ ہی جائے گی کسی دن مجھ پہ ساقی کی نظر
جام سے چھلکے گی اِک دن موجِ کوثر دیکھنا

حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی جگر گوشہ خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادوں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ الفت ومحبت تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ پس جب وہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر خدمت ہوتیں تو آپ ﷺ ان دونوں کو سینہ اقدس سے لگاتے اور پیار کرتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا دل دکھتا تھا:

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کا گزر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی تو گھر کے اندر جا کر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تمہیں معلوم ہے کہ حسین (رضی اللہ عنہ) کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے پس تم اسے رونے نہ دیا کرو۔

میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں اور حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے:

حضرت یعلیٰ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں پس جو اس سے محبت رکھے گا

اللہ عزوجل اس سے محبت رکھے گا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے بغض حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض:

مسند امام احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا:

ترمذی شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دعا مانگی کہ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک سے کھیلنا شروع کر دیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا منہ مبارک کھول کر ان کے منہ کو اپنے منہ میں ڈال لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب بنا لے اور جو اس سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعابِ دہن کو چوسنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کو اس طرح چوس رہے تھے جس طرح کوئی آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

جنتیوں کے سردار:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو جنتیوں کے سردار کو دیکھنا چاہے وہ حسین ابن علی (رضی اللہ عنہم) کو دیکھ لے۔

باپ کا منبر:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر نبوی ﷺ پر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جایئے؟ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ واقعی تمہارے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اسے ایسی بات کہنے کو نہیں کہا۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: نہیں علی (رضی اللہ عنہ)! اس نے درست کہا یہ اس کے باپ کا منبر ہے۔

ترازو دو پلڑوں پر ہی قائم ہوتا ہے:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، آپ کی دائیں اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کی بائیں جانب گود میں تشریف فرما ہیں جبکہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! حسن (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ) دونوں میزان کے پلڑے ہیں جبکہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس کا ترازو ہے اور ترازو دو پلڑوں پر ہی قائم رہتا ہے جبکہ تم روزِ محشر لوگوں کا اجر تقسیم کرو گے۔

کیا خوب سواری ہے؟:

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم

ﷺ کی پشت پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سوار ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے ڈوری تھام رکھی ہے جس کا ایک سرا حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اشارہ پر چلتے تھے۔ میں نے جب دیکھا تو کہا کہ واہ! کیا خوب سواری ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اتنا ہی عمدہ سوار بھی ہے۔

حسن (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لو:

بچپن میں ایک روز حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپس میں کشتی کر رہے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حسن (رضی اللہ عنہ)' حسین (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لو۔ جگر گوشہ رسول ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بابا جان! آپ ﷺ بڑے بھائی کو کہتے ہیں کہ وہ چھوٹے بھائی کو پکڑ لے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) بھی تو حسین (رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہے ہیں کہ وہ حسن (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لیں۔

حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شکل حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہ تھی۔ ایک دن حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو تیزی سے لپک کر ان کو گود میں اٹھالیا' پیار کیا اور فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ علی (رضی اللہ عنہ) سے مشابہ نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہ ہیں۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قریب ہی کھڑے تھے انہوں نے سنا تو مسکرانے لگے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت:

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ایک گلی سے گزرے تو آپ ﷺ نے چند بچوں کو کھیل کود میں مشغول دیکھا۔ آپ ﷺ آگے بڑھے

اور ایک بچے کو گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرانگی سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک اسی بچے کو گود میں اٹھا کر پیار کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک روز اس بچے کو اپنے جگر گوشہ حسین (رضی اللہ عنہ) کے قدموں کی خاک کو اپنے آنکھوں پر لگاتے دیکھا تھا پس اسی روز سے مجھے اس سے محبت ہوگئی اور میں بروزِ قیامت اس کی اور اس کے والدین کی شفاعت کروں گا۔

ناراضگی منظور نہیں:

ایک دفعہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم تختی لکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کرنے لگے: نانا جان! دونوں میں سے کس کا خط اچھا ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی ایک کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے کہ اسے رنج نہ پہنچے خود فیصلہ نہ فرمایا اور ان کو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ فیصلہ کریں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی خود فیصلہ نہ کیا اور ان کو حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔

انہوں نے فرمایا کہ مجھے خط کی زیادہ پہچان نہیں ہے اس لیے میں یہ سات موتی زمین پر ڈالتی ہوں۔ تم میں سے جو زیادہ موتی چن لگے گا اسی کی تختی اچھی ہوگی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے موتی ہوا میں اچھال دیئے اور جب زمین پر گرے تو جنت کے شہزادوں نے ان کو چننا شروع کیا۔ دونوں نے تین تین موتی چن لیے۔ اب دونوں میں سے کوئی ایک ساتواں موتی اٹھا سکتا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور ساتواں موتی اٹھا لیا اور اللہ عزوجل کے حکم سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں شہزادوں نے آدھا آدھا اٹھا لیا۔ دونوں شہزادوں میں سے کسی کو شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا آج اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان کی اتنی رنجیدگی بھی منظور نہیں اور ایک وقت آئے

گا دونوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے:

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے دو چادریں آئیں۔لوگوں نے وہ چادریں آپ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیں۔آپ رضی اللہ عنہ وہ چادریں پہن کر منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے اس دوران دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی والدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے اور ان کے کندھوں پر اس وقت کچھ نہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ دریافت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس بات پر رونا آ رہا ہے کہ میرے پاس دو چادریں ہیں جبکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے پاس ایک بھی چادر نہیں۔میرے پاس جو چادریں ہیں وہ ان کے لئے بڑی ہیں۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے یمن خط لکھا اور دو چادریں حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے لئے منگوائیں۔جب دونوں چادریں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے خود حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے پاس جا کر انہیں وہ دونوں چادریں پہنائیں۔

تو منارِ استقامت ' میں حبابِ بے ثباتی
تری زندگی ابد ہے ' مری زندگی عدم ہے
میں زوال ہوں ' فنا ہوں ' میں زمین کی غذا ہوں
تو محیط ہر بلندی ' ترا عرش پر قدم ہے

کیفیت غم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی چھوٹے تھے مگر آپ رضی اللہ عنہ کا غم کسی بھی طرح دوسروں سے کم نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ایک رہنما و راہبر کی کمی محسوس ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرطِ جذبات سے چومنا اور ان لبوں کی لطافت آپ دونوں بھائی اپنے چہرے پر محسوس کرتے تھے اس کو یاد کرتے تو دل ڈوبنے لگتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی کیفیت بھی کچھ مختلف نہ تھی۔ اس وقت حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے جگر گوشوں اور زوجہ کی دلجوئی کی ہر ممکن کوشش کیا کرتے تھے۔

والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے روز جب گھر تشریف لائے تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بیماری اور کمزوری کے باوجود آٹا گوندھا اور اپنے ہاتھ سے روٹیاں پکائیں۔ پھر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بچوں کے کپڑے دھوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے تمہیں کبھی دو کام اکٹھے نہیں کرتے دیکھا آج تم کام اکٹھے کر رہی ہو۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رات خواب میں اپنے والد بزرگوار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے منتظر تھے میں نے عرض کیا کہ میری جان آپ ﷺ کی جدائی میں نکل رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں بھی تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ پس اس خواب کے بعد میں نے جان لیا کہ میرا اس دنیا میں یہ آخری دن ہے اور میں اب اس دنیا سے پردہ فرمانے والی ہوں۔ میں نے یہ روٹیاں اس لئے پکائی ہیں کہ کل جب آپ رضی اللہ عنہ میرے غم میں مبتلا ہوں تو میرے بچے بھوکے نہ رہیں اور کپڑے اس لئے دھو دیئے ہیں کہ میرے بعد جانے کون کپڑے دھوئے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہا کی باتیں سنیں تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی جدائی اور اب حضور نبی کریم ﷺ کی لاڈلی صاحبزادی اور خاتونِ جنت کی جدائی آپ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک کاری زخم سے کم نہ تھی۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی کیفیت دیکھی تو فرمایا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) غم نہ کریں اور جیسے آپ (رضی اللہ عنہ) نے پہلے صبر کیا اب بھی صبر کیجئے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال سے قبل حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا کہ میرے بچوں کو کھانا کھلا دیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے جب انہیں کھانے کے لئے جمع کیا تو انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اپنی والدہ کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس دوران حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے بچوں کو ان کے نانا محبوبِ خدا حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر بھیج دیا۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ بچے پھر آ گئے اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ ہمیں اپنی والدہ کا آخری دیدار کرنے دیجئے۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اشارہ سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ انہیں آنے دیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول دیا اور بچے بھاگ کر ماں کے سینہ سے لگ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے انہیں پیار کیا اور انہیں دعائیں دیتے ہوئے ایک مرتبہ پھر حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر بھیج دیا۔

بچوں کے جانے کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو کہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھیں ان سے کہا کہ والدہ! میرے غسل کے لئے پانی کا انتظام کرلیں تاکہ میں غسل کرسکوں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پانی کا انتظام کیا اور آپ رضی اللہ عنہا نے غسل کیا۔ غسل کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے صاف ستھرے کپڑے پہنے اور قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں۔ قبلہ رو لیٹنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت جرائیل علیہ السلام جسد اطہر کو حنوط کرنے کے لئے کافور بہشتی لائے تھے جس کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین حصے کئے۔ ان میں سے دو حصے مجھے عنایت ہوئے اور میرے اور ابوالحسن (رضی اللہ عنہ) کے لئے تھے۔ تم اس میں سے ایک حصہ لے آؤ اور دوسرا حصہ ابوالحسن (رضی اللہ عنہ) کے لئے سنبھال کر رکھ دو۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے جانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے گنہگاروں کے لئے دعا فرمائی اور اپنے بچوں کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے کلمہ پڑھا اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دونوں شہزادگان کے لئے امتحان تھا۔ جب دونوں ننھے شہزادگان بالخصوص حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ والدہ کی یاد میں آنسو بہاتے تو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی رونا شروع کردیتے پھر دونوں شہزادوں کو گلے سے لگاتے اور پیار کرتے ہوئے انہیں صبر کرنے کی نصیحت فرماتے تھے۔

کہاں سے لائے بہارِ چمن تمہارے سوا
وہ اِک پھول جو ہو سارے گلستاں کا شرف

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کی اور اسی طرح حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب بیت المال قائم کیا تو دوسرے لوگوں کی طرح آپ نے بھی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے وظیفے مقرر کیے۔ آپ دونوں بھائیوں کا وظیفہ پانچ ہزار درہم سالانہ تھا اور اتنا ہی وظیفہ خود اس وقت امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس تقسیم سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشوں کی کیا اہمیت تھی؟

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی خدمت میں کسی قسم کی کوئی کسر باقی نہ رہنے دی۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جو کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جوان ہو چکے تھے بوقت شہادت آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت پر مامور تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اجازت نہ ملنے کی وجہ سے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے سے معذور رہے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں بے شمار فتنوں نے سر ابھارا۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کیا۔ اس دوران جب جنگ کا خطرہ لاحق ہوا تو حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جنگ بندی کروائی۔

ماہِ رمضان ۴۰ھ میں ایک خارجی نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ زخمی ہونے کے بعد تین دن تک آپ رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ سے

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی جانشینی کے بارے میں پوچھا گیا اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہ میں حکم دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں۔ تیسرے دن آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت ہوئی۔ روایات کے مطابق اس وقت بیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم نہ کیا اور عراق کی طرف فوجی پیش قدمی شروع کر دی اس وقت حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے۔ انہیں عبداللہ بن عامر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھی اہل عراق کو ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ ساباط پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج میں کمزوری اور جنگ سے پہلو تہی کے آثار دیکھے تو فرمایا:

''لوگو! میں کسی مسلمان کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تمہارے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں امید ہے تم اسے رد نہیں کرو گے۔ جس اتحاد اور یگانگت کو تم ناپسند کرتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر لوگ جنگ سے گریز کرنا چاہتے ہیں میں تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف لڑنے پر مجبور نہیں کرنا چاہتا۔''

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر وہ لوگ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شدید مخالف تھے اور ان سے لڑنا فرضِ عین سمجھتے تھے وہ برہم ہو گئے۔ انہوں نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی اور انہیں گھیر لیا۔ ربیعہ اور ہمدان کے قبیلوں نے ان لوگوں کو پیچھے ہٹایا اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو

گئے اور اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ یوں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کا باعث بنے گا' پوری ہو گئی۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سیاسی امور سے علیحدگی اختیار کری اور پھر کسی سیاسی معاملے میں مداخلت نہ فرمائی۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا کہ بھائی! آپ رضی اللہ عنہ مجھے بتائیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرا گمان درست ہے تو پھر اللہ عزوجل حقیقی بدلہ لینے والا ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صبر کا امتحان تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے غمگسار بھائی کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔

میری زباں صرف تری مدح خواں رہے
کوئی بیاں رہے نہ رہے یہ بیاں رہے

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلافت کے لیے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی پابندی کو ضروری سمجھتے ہوئے لوگوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے دوران ان کی بیعت خلافت پر قائم رہے اور ہر ممکنہ تعاون کرتے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی معاہدہ کی شرائط کی پابندی کی۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ' حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام عزیز و اقارب کو شام کے علاقہ دمشق میں لے گئے اور وہاں آپ رضی اللہ عنہ کو مختارِ سلطنت بنا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے محل میں رکھا اور ہر طرح سے خاطر و مدارات کی۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب بھی دربارِ خلافت میں تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دائیں جانب خصوصی نشست لگواتے اور اگر کہیں جانا ہوتا تو پہلے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سوار ہوتے بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سوار ہوتے تھے۔ الغرض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے وصال تک حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے تعلقات بے حد خوشگوار رہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آیا تو انہوں نے یزید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ حسین (رضی اللہ عنہ) اس کی اولاد اور بھائی بہنوں' رفقاء اور تمام بنی ہاشم کے حق میں کہ اپنی حکومت میں کوئی جدید امر کرنے سے پہلے حسین (رضی اللہ عنہ) سے مشورہ کرنا۔ تیرا کوئی حکم حسین (رضی اللہ عنہ) کے حکم سے بلند نہ ہو اور تیری کوئی ضرورت حسین (رضی اللہ عنہ) کی ضرورت سے مقدم نہ ہو۔ اس وقت تک ہرگز کھانا نہ کھانا جب تک تو ان کو نہ کھلا لے اور نہ پانی پینا جب تک کہ وہ نہ پی لیں اور کوئی خرچ حتیٰ کہ لشکر کا اور اپنے گھر کا خرچ نہ کرنا جب تک ان پر خرچ نہ کرلو اور ہرگز اس وقت تک کچھ نہ پہننا جب تک کہ ان کو نہ پہنا لو۔ خلافت حقیقتاً ان کا حق ہے اور اگر حسین (رضی اللہ عنہ) خلافت طلب کریں یا خود خلافت کا اعلان کریں تو تم ان کی اطاعت کرنا۔''

یزید کون؟

یزید ۲۵ ھ میں حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دمشق میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں کا نام میسون تھا جو قبیلہ بنو کلب کے سردار عبدل بن انیف کی بیٹی تھی۔ یزید نے اپنے ننھیال میں پرورش پائی اور وہ اول درجے کا شرابی تھا۔ اس کا قبیلہ حجاز کی سرحد پر ایک صحرا میں آباد تھا جو ناچ گانے کا بہت دلدادہ تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ یزید شام کو شراب پیتا اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی۔ پھر صبح کو شراب پیتا اور اسی حالت میں شام ہو جاتی۔ شکار کا شوقین تھا اور اسی وجہ سے اس کے پاس کافی تعداد میں شکاری کتے ہوتے تھے۔ یزید نماز نہیں پڑھتا تھا اور نہایت جابر و ظالم تھا۔ اس دور میں اس سے بڑا ظالم اور کوئی نہیں تھا۔ یزید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کو قتل کروایا۔ یزید اتنا گستاخ تھا کہ اپنے استادوں سے بھی لڑ پڑتا تھا اور انہیں مرنے مارنے پر آ جاتا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی ہی میں یزید کو ولی عہد بنا کر بیعت لے لی تھی۔ جن پانچ لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی ان میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یزید حقیقتاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا منکر تھے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت نہ کی۔

امیر معاویہ نے ۶۰ ھ میں وصال فرمایا۔ مرنے سے پہلے انہوں نے یزید کو چند نصیحتیں فرمائیں ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ عراق کے لوگ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ضرور تمہارے مقابلے پر کھڑا کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو نرمی اور درگزر سے پیش آنا' وہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت پر بیٹھا تو تخت پر بیٹھتے ہی اس نے مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو ایک خط لکھا اپنے باپ کے انتقال کی خبر دی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے تم حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لے لو۔

ولید بن عقبہ بہت شریف انسان تھا وہ لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کے دل میں اہل بیت کا بہت احترام تھا۔ چنانچہ ولید بن عقبہ نے مروان بن الحکم کو مشورے کے لئے بلایا۔ اگرچہ مروان بن الحکم بھی پرے درجے کا بدنیت' بدزبان' بدکردار اور مکار تھا مگر اس وقت ولید بن عقبہ کو ایسے بندے کی ضرورت تھی جو اسے کوئی مشورہ دے سکے۔ چنانچہ مروان نے کہا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہاں بلا کر بیعت کا مطالبہ کرو اگر وہ نہ مانیں تو (معاذ اللہ) ان کی گردنیں اڑا دو۔ اس پر ولید نے کہا کہ ایسا قدم اٹھانا کیا ضروری ہے؟ اس پر مروان نے کہا بہت ہی ضروری ہے اگر تم نے ایسا کام نہ کیا تو پھر یہ تمہاری گردن اُڑا دیں گے۔

یزید کے کفریہ عقائد:

صاحب تفسیر المعانی لکھتے ہیں کہ یزید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کہا کہ کاش میرے بدر والے بزرگ زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے بنی ہاشم کے سرداروں میں سے بڑے سردار امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر کے بدر کا بدلہ لے لیا ہے اور اس وقت وہ خوشی سے پکارتے کہ اے یزید! تیرے ہاتھ کبھی نہ تھکیں۔

روایات میں آتا ہے کہ یزید بلا کا شراب نوش اور ناچ گانے کا دلدادہ تھا۔ یزید کی بدکرداری دیکھ کر اہل مدینہ نے ایک وفد اس کو سمجھانے کے لئے بھیجا اور اس وفد نے ناکام واپس آ کر یزید کی بدکرداری اور برائیاں بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ بے دین ہے' کتوں سے کھیلتا ہے' ناچ گانے کا دلدادہ اور شرابی ہے۔ ہم اس کی بیعت توڑتے ہیں۔

یزید نے شراب کی حرمت میں کہا کہ اللہ نے نمازیوں کے لئے ہلاکت کا حکم دیا ہے نہ کہ شرابیوں کے لئے پس شراب حلال ہے اس لئے ہم شراب پیتے ہیں اور یہ جنت میں بھی جنتیوں کو پلائی جائے گی۔ نیز کہا کہ اگر دین محمدی ﷺ میں شراب نوشی حرام ہے تو پھر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب پر رہ کر شراب نوشی کر لو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے شاید اسی وجہ سے فرمایا تھا کہ میری سنتوں کو بدلنے والا پہلا شخص بنوامیہ سے ہوگا اور اس کا نام یزید ہوگا۔ پس اللہ عزوجل ان لوگوں کا حشر بھی یزید کے ساتھ کرے گا جو کسی بھی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کے منکر یا ان سے انحراف کرنے والے ہوں گے۔

یزید کے ظلم وستم کی گواہی اس کے بیٹے کی زبانی:

معاویہ بن یزید جو کہ یزید کا بیٹا تھا اس نے بدبخت باپ کی موت کے بعد تخت پر بیٹھتے ہوئے ایک طویل خطبہ دیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ میرے باپ حاکم بنا مگر وہ نالائق تھا اور نواسہ رسول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور قبر میں گناہوں کے وبال کے سبب مستحق عذاب ہوا۔ پھر معاویہ بن یزید نے روتے ہوئے کہا کہ اس کی بری موت اس کا برا ٹھکانہ ہے اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی ناموس وعظمت پر حرف اٹھایا اور شراب کو حلال کیا اور کعبہ کی عظمت کو نقصان پہنچایا۔

✡✡✡

یزید کے متعلق اکابرین اہل اسلام کی رائے

یزید اور اس کے حامیوں کے متعلق ہر دور کے علمائے حق نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں یزید اور ابن زیاد پر لعنت نازل کرے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے کفریہ اعتقاد پر ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل سے ثابت کیا کہ یزید بلاشبہ لعنت کا حقدار اور کافر ہے۔

علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ یزید کے کفر کے متعلق یہی کہنا کافی ہے کہ وہ شراب کو حلال سمجھتا تھا اور اسی وجہ سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے جو کہ اس کے افعال کی وجہ سے اس پر صادق ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید جہنمی اور ملعون ہے کیونکہ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی صادق آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اس وقت کیا کرو گے جب مدینہ منورہ کو خون سے رنگا جائے گا اور یزیدی فوج نے مدینہ منورہ کو خون سے رنگین کر کے اس کی بے حرمتی کی پس وہ ملعون و جہنمی ہوا۔

علامہ سیّد امیر علی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں سورۂ حشر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یزید فسادی تھا اور اس نے خونریزی کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور مدینہ منورہ میں قتل عام کروایا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یزید، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا دل سے قائل نہ تھا اور اس کے افعال خبیثہ تھے اور اس نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر ظلم کئے اور ان کی بے حرمتی کی۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کو شہید کروایا۔ پس یزید اور ابن زیاد اور ان کے حمایتوں پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو۔

مجدد عالم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یزید بدبخت تھا اور اس کی بدبختی میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے۔

علامہ قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو اذیت پہنچائی اور اسی وجہ سے وہ لعنت کا حقدار ہے اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یزید نے اہل بیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچا کر درحقیقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔ پس وہ لعنت کا حقدار ہوا۔

امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یزید فاسق وفاجر تھا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا اور ان کے قتل پر راضی ہوا پس اس نے عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی کی۔ ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں اور اس کے بے دین ہونے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رکھتے۔

واقعہ کربلا

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کی کوشش:

ولید نے اسی وقت عبداللہ بن عمر بن عثمان کو بلایا وہ چھوٹے تھے اور انہیں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلانے بھیجا۔ یہ دونوں حضرات اس وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عمر بن عثمان نے پیغام دیا کہ آپ کو ولید نے بلایا ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ولید کے بیٹھنے کا وقت نہیں ہے اس وقت بلانے کا سبب کیا ہو سکتا ہے؟ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا ہے اور ہمیں اس وقت بیعت کے لئے کہا جا رہا ہے اور ابھی لوگوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کا کسی کو علم بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے یہ بات پھیل جائے ہمیں بیعت کے لئے پابند کیا جا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے اب ہمارا آئندہ کا کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے؟ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابھی اپنے خاندان کے لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں اور ان کو ساتھ چلنے کا کہتا ہوں۔ ان لوگوں کو ہم دروازے پر کھڑا کریں گے اور میں اندر جاؤں گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی جان جانے کا خطرہ

ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سوچ سمجھ کر جاؤں گا۔ بعدازاں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم کے جوانوں کو ساتھ لیا اور ولید کے دروازے پر پہنچ گئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان جوانوں سے کہا کہ تم سب لوگ دروازے پر کھڑے رہو میں اکیلا اندر جاؤں گا' اگر ولید کی آواز بلند ہوئی تو تم سب لوگ اندر چلے آنا ورنہ واپسی تک میرا انتظار کرنا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے۔ ولید اور مروان آج ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دونوں کو بیٹھے دیکھا تو فرمایا کہ صلح لڑائی سے بہتر ہے اور اتفاق بڑی اچھی چیز ہے اللہ تم دونوں کے تعلقات کو بہتر بنائے۔ ان دونوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو ولید نے یزید کا خط پڑھ کر سنایا اور کہا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تم لوگوں کو اس مصیبت میں صبر عطا فرمائے۔

ولید نے کہا کہ مجھے یزید نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لوں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیعت تو اعلانیہ ہوتی ہے یہ خفیہ بیعت کیوں؟ تم لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کا اعلان کر دو اور لوگوں سے اعلانیہ بیعت لو پھر مجھ سے مطالبہ کرنا۔ ولید سمجھتا تھا کہ شاید حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فوراً انکار کر دیں گے لیکن وہ آپ رضی اللہ عنہ کا نرم لہجہ دیکھ کر ششدر رہ گیا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو ہی کافی سمجھا۔

مروان جو بیٹھا یہ سب گفتگو سن رہا تھا اس سے خاموش نہ بیٹھا گیا وہ ولید سے الجھ پڑا کہ اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر بیعت نہ ہو سکے گی اس لئے تم انہیں گرفتار کر لو۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری یہ جرأت نہیں کہ تم مجھے گرفتار کر سکو۔ یہ فرما

کر آپ رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے۔ ولید نے مروان سے کہا کہ تم چاہتے ہو میں اتنی سی بات پر ان کا خون بہادوں۔ جو شخص ان کا خون بہائے گا وہ بروزِ محشر اس کا قصاص ادا کرے گا۔ مروان نے جب ولید کی بات سنی تو طیش میں آ گیا اور کہا کہ اگر یہی بات ہے تو پھر تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ بعدازاں مروان نے یزید کے ایسے کان بھرے کہ اس نے ولید کو مدینہ منورہ کی گورنری سے ہٹادیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ' حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اس ملاقات کے بعد مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے گھر واپس آ کر اپنے بھائی حضرت محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا جو اس دور کے نابغہ روزگار عالم دین تھے۔

حضرت محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے انکار کر دیں اور کسی دوسری جگہ جا کر اپنے حامیوں کے ذریعے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ اگر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انکار بھی کر دیا تو اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کچھ کمی نہ آئے گی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ کسی ایسی جگہ گئے جہاں آپ رضی اللہ عنہ کے حامی موجود ہیں تو پھر مجھے اندیشہ ہے کہ اختلاف پیدا ہو جائے گا اور بات خون خرابے تک جا پہنچے گی۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی بات مان لی اور فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنا اب درست نہیں کیونکہ میرے انکار سے یزید مشتعل ہو جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ مدینہ منورہ خون سے رنگین ہو۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس رات ریاض الجنہ میں تشریف لے گئے اور عبادت و نوافل میں مشغول رہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں دعا فرمائی:

''اے اللہ! میں تیرے محبوب کے روضہ اطہر پر حاضر ہوں اور میں تیرے محبوب کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور میں یہاں سے جن حالات میں

مجبور ہو کر جا رہا ہوں تو انہیں خوب جانتا ہے۔ میں نیکی کو اختیار کرتا ہوں اور برائی سے اجتناب برتتا ہوں۔ اے اللہ! تجھے اپنے پیارے حبیب کا واسطہ کہ تو میرے لئے وہ راستہ کھول دے جس میں تیری اور تیرے محبوب کی رضامندی شامل حال ہو۔''

اس دعا کے بعد آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور دیر تک درود و سلام پڑھتے رہے اور آنسو بہاتے رہے۔ پھر قبر انور کو بوسہ دیا اور اس سے لپٹ کر روتے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ فرشتوں کی ایک کثیر جماعت حاضر ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آغوش میں لیا اور فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تمہیں خاک و خون میں تڑپایا جائے گا اور میری امت کے چند جانثاران کے ساتھ تمہیں کربلا میں ذبح کیا جائے گا۔ تم سب پیاسے رہو گے اور پینے کا پانی میسر نہ ہوگا۔ تمہارے قاتل میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے مگر اللہ کی قسم انہیں میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ تم عنقریب اپنے ماں باپ سے ملنے والے ہو اور وہ بھی تم سے ملنے کے متمنی ہیں۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نانا جان! مجھے دنیا سے جانے کی کچھ پرواہ نہیں مگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کا متمنی ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بیٹے! تمہارے لئے شہادت کا عظیم مرتبہ لکھ دیا گیا اور تم اجر عظیم کے مستحق ہو۔

مکہ مکرمہ روانگی:

اس واقعہ کے بعد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ روانگی کی تیاری شروع کی۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے بھی ساتھ چلنے کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری طبیعت ناساز ہے اور تمہارے ہی ذریعے مجھے مدینہ منورہ کے حالات سے آگاہی حاصل ہوگی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور تمام حالات و واقعات ان کے گوش گزار کیے۔ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تمہاری باتیں سن کر میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے مگر میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی زبانِ اقدس سے سنا ہے کہ میرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو عراق کی سرزمین پر شہید کیا جائے گا اور پھر حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے اس مقام جس کا نام کربلا ہے کہ مٹی دی تھی اور فرمایا تھا کہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرے بیٹے کو شہید کر دیا گیا ہے۔ پس میرے بیٹے تمہارا یہ سفر مکہ مکرمہ کا نہیں بلکہ عراق کا ہے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب بات سنی تو رو دیئے اور عرض کیا کہ پیاری امی جان! مجھے معلوم ہے کہ میرے ساتھ ظلم کیا جائے گا اور مجھے شہید کر دیا جائے گا۔

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم اپنے ساتھ اہل و عیال اور بچوں کو نہ لے جاؤ۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ امی جان! یہ سب کچھ تو لکھ دیا گیا ہے اور مشیت الٰہی یہی ہے کہ وہ میرے ہمراہ ہوں۔

بعد ازاں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں حاضر ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک سے لپٹ کر روتے رہے۔ پھر اپنے بھائی حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر حاضری دی اور سلام پیش کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جنت البقیع میں مدفون دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور کی زیارت کی اور دعائے خیر فرمائی۔

چنانچہ ۲۸ رجب ۶۰ ھ بمطابق ۳ مئی ۶۸۰ ء کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں صرف دو ہی خاندان تھے ایک بنو امیہ اور دوسرا بنو ہاشم۔ حضور نبی کریم ﷺ کا تعلق بنو ہاشم سے تھا۔ جب مکہ مکرمہ کی ریاست اسلامی ریاست بن گئی تو پھر دونوں قبیلوں میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے بنو ہاشم میں سے کسی کو کوئی بڑا عہدہ نہیں دیا تا کہ ہر قسم کے تفرقے اور نفرتوں کا خاتمہ ہو جائے۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ ہاشمی تھے اور نہ ہی اموی۔ان کے بعد حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے جو کہ اموی تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں پھر اموی اور ہاشمی کا امتیاز پیدا ہو گیا۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو امویوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بھرپور مخالفت کی۔ حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جب اپنا دارالخلافہ عراق منتقل کیا تو وہاں پر بنوہاشم کا اثر قائم ہو گیا۔

عراق کے ساتھ عجم کی بھی طاقت تھی اس طرح عراق سے لے کر ایران اور خراسان کے علاقوں پر بنوہاشم کا اقتدار ہو گیا تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے خلافت ان کے حوالے کر دی تھی تو اس وقت بنوہاشم نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو پسند نہ کیا تھا۔ چنانچہ اب بنوہاشم کی اصطلاح اہل بیت میں بدل گئی اور مقابلہ بنوامیہ اور اہل بیت میں ہو گیا۔ جب کوفیوں نے یہ سنا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا ہے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے تو بنوامیہ کے خلاف بغاوت کا جو جذبہ ان کے دلوں میں پک رہا تھا اس نے انہیں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی امداد اور یزید کی مخالفت کے لئے بے چین کر دیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد شعب ابی طالب میں قیام فرمایا جہاں آپ رضی اللہ عنہ سے مکہ مکرمہ کے اکابرین نے ملاقات کی۔

کوفہ کے عمائدین کی خط و کتابت:

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران عمائدین کوفہ کے خط پر خط اور پیام پر پیام پہنچنے لگے کوئی دن ایسا نہ جاتا تھا کہ کوفیوں کی طرف سے پیغامات موصول نہ ہوئے ہوں کوفیوں کو جب اپنے خطوط و پیغامات کے تسلی بخش جوابات موصول نہ ہوئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وفود بھیجنا شروع کر دیئے ان وفود میں عراق کے مشہور لوگ شامل ہوتے تھے اور وہ تین امور پر زور دیتے تھے ایک یہ کہ یزید کی ہرگز بیعت نہ کی جائے دوسرے یہ کہ کوفہ

تشریف لایئے اور خلافت کی بیعت لیجئے۔ تیسرے یہ کہ ہم لوگ مرتے دم تک وفاداری اور جانثاری کی روش پر قائم رہیں گے۔ ہمارے سامنے یزید کی طاقت کچھ بھی نہیں۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ حجاز اور عراق آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہونگے اور صرف ایک شام آپ رضی اللہ عنہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

یہ دعوے بڑے بڑے بارسوخ اور عمائدین کی طرف سے کیے گئے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ لوگ صدق دل اور پختگی کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتے تو یزید کی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ' یزید کو نا اہل غیر مستحق اور فاسق تو سمجھتے ہی تھے اور اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ یزید کا اقتدار سے عزل فرض کفایہ ہے اس لیے ان کو فوری طور پر اس بھرپور حمایت پر کوفیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کوفہ جانے کا فیصلہ کر لینا چاہئے تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ان کوفیوں کی متلون مزاجی کو اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے اور گذشتہ حالات آپ رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھے کہ ان کوفیوں نے جس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے وفا کے جو عہد و پیمان باندھے تھے وہ ان پر پورا نہ اترے تھے۔

مکہ مکرمہ میں لواحقین نے بھی احتیاط سے کام لینے پر زور دیا تھا اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے پہلے اپنا ایک نمائندہ کوفہ بھیجا جائے اور پھر نگاہِ انتخاب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ پر پڑی جو آپ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔

جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا پرتپاک استقبال کیا اور چند دنوں کے اندر اٹھارہ ہزار سے زیادہ لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور سارے حالات سے آگاہ

کیا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

روایات کے مطابق حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے اور مختار بن عبید ثقفی کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ کوفہ والے تو بڑی شدت سے انتظار کر رہے تھے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ بیعت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے لگے۔ دو روز کے اندر اٹھارہ ہزار کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی بیعت کر لی اور ان میں ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود تھے۔

کوفہ کے گورنر کی برطرفی:

کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ایک نیک فطرت بزرگ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ کوفہ والوں کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کر رہے تھے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندہ کی حیثیت سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اور عزت افزائی پر خاموش تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ صلح جو اور حلیم الطبع بزرگ تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی عملی قدم نہ اٹھایا۔ جب دمشق میں یہ خبریں پہنچیں تو یزید کی پریشانی کی انتہاء نہ رہی اس نے فوری طور پر اپنے مشیروں کا اجلاس طلب کیا اور فوری طور پر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو برطرف کر دیا گیا۔ عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا اور اسے حکم دیا گیا کہ مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دو یا کوفہ سے نکال دو۔

ابن زیاد جو کہ بصرہ میں موجود تھا اپنے سترہ سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ بصرہ سے روانہ ہونے کے بعد اس نے وہ راستہ چھوڑ دیا جو بصرہ سے کوفہ کو جاتا تھا وہ راستہ اختیار کر لیا جو مکہ مکرمہ سے کوفہ کو جاتا تھا اس فیصلہ کے پیچھے اس کی گہری منصوبہ بندی اور شیطانیت کارفرما تھی۔ اسے علم ہو چکا تھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے کی دعوت دی

جا چکی ہے اور کوفہ والے شدت سے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے کوفہ والوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جس میں اس کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جب وہ کوفہ کے قریب پہنچا تو ایک جگہ رک کر شام کا انتظار کرنے لگا۔ جب اندھیرا چھا گیا اور اچھی طرح انسان کی پہچان نہ ہو سکتی تھی۔ تو اپنے لشکر کو چھوڑ کر چند قابل اعتماد ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس نے اپنے چہرے کو نقاب سے ڈھانپ رکھا تھا تا کہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں۔

کوفہ کے لوگ اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے وہ سمجھے کہ شاید حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے نعرے بلند کئے اور ابن زیاد مکارانہ انداز میں گورنر ہاؤس کی طرف روانہ ہوا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے مگر اس نے اس وقت لوگوں کو مخاطب نہ کیا۔ گورنر ہاؤس پہنچنے کے بعد اس نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔ کئی لوگ سمجھ گئے کہ یہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ ابن زیاد چونکہ حالات پر جلد قابو پانا چاہتا تھا اس لئے اس نے پہلے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزولی کے احکامات سنائے اور پھر جامع مسجد میں پہنچ کر اہل کوفہ کے سامنے نہایت زبردست تقریر کی:

> ''امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مظلوموں سے انصاف' فرمانبرداروں پر احسان اور غداروں اور نافرمانوں پر سختی کروں' میں یہ حکم بجا لاؤں گا۔ دوستوں سے میرا سلوک مشفق اور مہربان باپ جیسا ہو گا لیکن جو شخص میرے احکام سے سرتابی کرے گا اسے تلوار کی دھار اور کوڑے کی مار کا مزہ چکھاؤں گا اس لیے ہر شخص کو خود اپنی جان پر رحم کرنا چاہئے۔''

اس تقریر کا کوفہ کے لوگوں پر بہت زیادہ اثر ہوا۔ کوفہ والے مخلص نہ تھے اس لیے

بزدل بھی تھے۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے اور ابن زیاد کے ساتھ گنتی کے چند افراد تھے۔ وہ اگر بزدلی نہ دکھاتے تو تقریر کے دوران ہی اس کی تکا بوٹی کر دیتے لیکن تقریر سن کر ان میں سے اکثر کے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔ ابن زیاد اس تقریر کے بعد گورنر ہاؤس چلا گیا اور اپنے ساتھ لائے ہوئے لوگوں کو بھی خفیہ میٹنگ کے لئے بلا لیا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش:

ابن زیاد کے گورنر بننے اور کوفیوں کے دغا دینے کی خبر سننے کے بعد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ کے ایک سردار ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے جو کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانثاروں میں سے تھے۔ ابن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش کے لئے اپنے جاسوس شہر میں پھیلا دیئے۔

ابن زیاد کے جاسوس شہر بھر میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے رہے مگر ناکام رہے۔ اس دوران ابن زیاد ایک روز خود ہانی بن عروہ کے گھر پہنچ گیا۔ ابن زیاد کو ہانی بن عروہ پر شک گزرا اور اس نے اپنے جاسوسوں کو اس کے گھر کی نگرانی پر مامور کر دیا۔ ابن زیاد کے ایک جاسوس نے ہانی بن عروہ کے گھر کے ایک بزرگ کو اپنی باتوں میں پھنسا لیا اور اس سے کہا کہ میں دلی خواہش کے ساتھ یہاں پہنچا ہوں اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کسی داعی کی خدمت میں تین ہزار دینار جو میری ملکیت ہیں پیش کر کے ثواب حاصل کروں۔

وہ بزرگ اس جاسوس کی باتوں میں آ گئے اور اسے لے کر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ وہ شاطر جاسوس حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قدموں سے لپٹ گیا اور آنسو بہانا شروع ہو گیا۔ پھر اس نے ابن زیاد کو مخبری کی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہانی بن عروہ کے گھر ہیں۔ ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو طلب کیا اور ان سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ ہانی بن عروہ نے کہا کہ وہ میرے مہمان ہیں میں تمہارے

حوالے ہرگز نہ کروں گا۔ ابن زیاد غصہ میں آ گیا اور اس نے انہیں قید میں ڈلوادیا۔

پھر ابن زیاد نے کوفہ کے دیگر قبائل کے سرداروں کو اپنے ہاں مدعو کیا اور جب وہ پہنچے تو اس نے قلعہ کے دروازے بند کروادیئے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو جب خبر پہنچی تو وہ ان اٹھارہ ہزار جوانوں کو لے کر جو بیعت کر چکے تھے گورنر ہاؤس پہنچے۔ ابن زیاد نے ایک اور چال کھیلی اور اس نے ان تمام سرداروں کو کہا کہ وہ اپنے اپنے قبائلیوں کو حکم دیں کہ وہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیں ورنہ ان کے سر قلم کر دوں گا۔ ان سرداروں نے اپنے اپنے قبائیلیوں کو حکم دیا اور وہ جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حق کے لئے اپنی گردنیں کٹوانے کو تیار تھے انہوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ والوں کی غداری دیکھی تو پریشانی کے عالم میں ایک طرف چل دیئے۔ اس دوران ایک ضعیفہ کے پاس سے آپ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پانی طلب کیا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو پانی پلایا اور کہنے لگی کہ سارا کوفہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا دشمن ہے آپ رضی اللہ عنہ میرے گھر میں رہیں میں آپ رضی اللہ عنہ کو باہر نہ جانے دوں گی۔ میرا بیٹا بھی جاسوس ہے اور آپ رضی اللہ عنہ فی الوقت میرے گھر کے تہہ خانے میں چھپ جائیں۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی گرفتاری وشہادت:

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اس ضعیفہ کے گھر چھپ گئے۔ اس دوران اس کا بیٹا گھر آیا اور شک پڑنے پر اس نے ابن زیاد کو آپ رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے بارے میں آگاہ کر دیا۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی سربراہی میں ستر جوانوں کا ایک دستہ روانہ کیا اور وہ اس گھر پر حملہ آور ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا تو اس ضعیفہ کو ابن زیاد کے انتقام سے بچانے کے لئے گھر سے باہر آ گئے۔ گھر سے باہر آنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا محمد بن اشعث اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔ محمد بن اشعث نے پناہ کا وعدہ کیا

اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا جہاں ابن زیاد نے آپ رضی اللہ عنہ کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن اشعث کو اس کا وعدہ یاد دلاتے ہوئے کہا کہ تم اپنا وعدہ نہ کر سکے اب تم میری ایک بات مان لو اور میرے بھائی حسین (رضی اللہ عنہ) کو خط لکھ کر کوفہ کے حالات سے آگاہ کردو۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بھی گورنر ہاؤس کے اندر قتل کروا دیا جبکہ ایک روایت کے مطابق سر بازار قتل کیا گیا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے دونوں معصوم بچوں کو جنہیں وہ اپنے ہمراہ کوفہ لائے تھے اور وہ قاضی شریح کے ہاں مقیم تھے انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی:

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی کا علم جب عزیزوں، رشتہ داروں کو ہوا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے روکنے کی کوشش کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوفہ والے اگر آپ رضی اللہ عنہ کے حامی ہیں تو وہ یہاں آکر آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ یہاں رہ کر اپنی خلافت کا اعلان کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ میں خون ریزی نہیں چاہتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر عراق والے آپ رضی اللہ عنہ کے حامی ہیں تو پہلے وہ ملک شام پر قبضہ کریں۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو ناحق لڑائی میں جھونکنا چاہتے ہیں اور وہی سلوک آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار اور بھائی سے کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عذر کو تسلیم نہ کیا اور قریباً چار ماہ مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ سے رخصتی کے وقت ذیل کا خطبہ دیا:

"موت اولادِ آدم علیہ السلام کے لئے لازم ہے اور یہ مومن کے لئے باعث زینت ہے جس طرح عورت کے گلے میں ہار۔ مجھے اپنے بزرگوں

سے ملنے کا شوق ہے اور یہ شوق حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح ہے
جس طرح وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کے مشتاق تھے۔ میرے
لئے مقتل تیار کیا گیا ہے جسے میں دیکھوں گا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں'
جنگل کے بھیڑیئے مجھے چیڑ رہے ہیں اور مجھ سے اپنے شکم بھر رہے
ہیں۔ جو بات لوحِ محفوظ میں لکھ دی گئی ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا'
ہم اہل بیت بھی اللہ عزوجل کی رضا میں راضی ہیں اور اس آزمائش پر
صبر کرنے والے ہیں۔ وہ یقیناً ہمیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی آل دور نہیں ہوگی اور ہم جلد جنت
میں ملنے والے ہیں۔ جو ہمارے لئے اپنی جان قربان کرے گا وہ
اپنے نفس کو حق سے ملنے پر آمادہ کر چکا ہے۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ روانگی کی خبر جب ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے جاسوسی کا نظام سخت کر دیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہمدردی رکھنے والوں کو قید اور مارنا شروع کر دیا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ جب صفاح کے مقام پر پہنچا تو وہاں آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات عرب کے مشہور شاعر فروزق سے ہوئی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب ثعلبہ پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جانب سے ایک گھڑسوار کو آتے دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے روک کر کوفہ کے حالات دریافت کئے تو اس نے عرض کیا کہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا اور اس نے یزید کے مخالفین پر کوفہ کی سرزمین کو تنگ کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ' ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر مقیم تھے انہیں بھی شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے جتنے بھی حامی تھے وہ بھی سب شہید کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر دیگر لوگوں کو سنائی تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حمیدہ رضی اللہ عنہا جو کہ اس قافلے میں شامل تھیں وہ رو پڑیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ ان ظالموں سے بدلہ لے گا اور انہیں جہنم واصل کرے گا۔ میرے بھائی مسلم (رضی اللہ عنہ) کے ذمہ جو فرض تھا وہ انہوں نے بخوبی نبھا دیا اب جو کچھ ہے وہ ہمارے ذمہ ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بیوہ اور دیگر بچوں کو بھی تسلی دی۔

جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ زبالہ کے مقام پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ عبداللہ بن لقطیر رضی اللہ عنہ جو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے انہیں بھی شہید کر دیا گیا ہے۔ ابن زیاد نے کوفہ کی جانب جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کروا دی اور اپنے جاسوس چھوڑ دیئے تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کی آمد کا پتہ چل سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب ابن زیاد کے ان اقدامات کی اطلاع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے مشیت الٰہی سمجھ کر قبول کیا اور منزل بہ منزل سفر طے کرتے ہوئے کوفہ کی جانب سفر رواں دواں رکھا۔

جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ سُرات پہنچا تو حر ابن ریاحی ایک ہزار لشکر کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آیا تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر سکے۔ جب سُرات کے صحرا میں حر ابن ریاحی اور اس کے لشکری پیاس سے برے حال داخل ہوئے تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ انہیں پانی پلاؤ۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس ریگستانی علاقے میں حر ابن ریاحی اور اس کے لشکریوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں از خود تمہاری جانب نہیں آیا بلکہ تم نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہماری راہنمائی فرمائیں۔ اب جب میں آ گیا تو تمہیں میرا آنا ناگوار گزرا ہے میں اپنی منزل کی جانب واپس لوٹ جاتا ہوں۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اس تقریر کو سن کر حر ابن ریاحی اور اس کے لشکر نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نماز کی امامت فرمائی اور حر ابن ریاحی اور اس کے

لشکریوں نے نماز ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور حر ابن ریاحی کا لشکر اپنے خیموں میں لوٹ گیا۔ پھر نمازِ عصر کا وقت ہوا اور اذانِ عصر کے بعد حر ابن ریاحی کے لشکر نے ایک مرتبہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی امامت میں نمازِ عصر ادا کی۔

نماز کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ذیل کا خطبہ دیا:

''اے لوگو! اگر تمہیں اللہ کا کچھ خوف ہے تو پھر حق کو پہچانو' یہ بات اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی نظام کی بدولت ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو اپنے دعویٰ میں غلط ہیں اور ظالم ہیں۔ تم لوگوں نے اپنے خطوط اور قاصدوں کے ذریعے اپنا ارادہ ظاہر کیا اگر اس سب کے مخالف ہو تو پھر میں لوٹ جاتا ہوں۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن کر حر ابن ریاحی نے عرض کیا کہ مجھے ان خطوط کی بابت کچھ علم نہیں ہے۔ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ اور بصرہ کے عمائدین کے خطوط منگوا کر اسے دکھائے۔ حر ابن ریاحی نے عرض کیا کہ میں ابن زیاد کے حکم پر کہ قافلہ والوں کو پکڑ کر میرے سامنے لایا جائے اس کا پابند ہوں۔ میرے لشکر نے ابھی تک آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی زیادتی نہیں کی' میری درخواست ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ میرے ساتھ چلیں یا پھر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس راستے کی بابت دریافت کیا تو حر ابن ریاحی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شام کے راستے پر ڈال دیا۔ چنانچہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سُرات جو کہ قادسیہ کے نزدیک تھا اور وہاں سے کوفہ نزدیک تھا کی بجائے کربلا کی جانب چل دیئے جہاں سے کوفہ کا فاصلہ قدرے دور تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ قافلہ سفر کرتا ہوا منزل در منزل نینوا پہنچا۔ نینوا دریائے فرات کے کنارے آباد ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا گیا کہ وہ دریائے فرات سے قدرے دور کربلا کے لق و دق صحرا

میں قیام پذیر ہوں۔ چنانچہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر قافلے والے کربلا کے میدان میں خیمہ زن ہوئے جہاں دریائے فرات اوران کے درمیان ایک پہاڑ حائل تھا۔

میدانِ کربلا میں ورود:

۲ھ کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ میدانِ کربلا میں داخل ہوا اور خیمہ زن ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے جانثاروں کو جمع کیا اور ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ پھر بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کی:

''الٰہی! ہم تیرے نبی کی عزت اور اولاد ہیں۔ ہمیں تیرے حرم اور تیرے نبی کے شہر سے دور کر دیا گیا ہے' ہم پر ظلم روا رکھا گیا پس تو ہمارے حق کو پورا فرما اور حق کو باطل پر سبقت عطا فرما۔ عام لوگ دنیادار ہوتے ہیں اور وہ اس وقت تک دین پر قائم رہتے ہیں جب تک ان پر کوئی آزمائش نہیں آتی اور جب آزمائش آتی ہے تو دیندار لوگ کم رہ جاتے ہیں۔''

پھر کچھ دیر توقف کیا اور فرمایا:

''میں اگر شہید کر دیا جاؤں تو اپنے چہروں کو مت نوچنا اور نہ ہی اپنے کپڑوں کو پھاڑنا۔ میری بہن زینب (رضی اللہ عنہا) تم جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شہزادی ہو تم صبر سے کام لینا۔''

اگلے ہی روز عمرو بن سعد کوفیوں کی چار ہزار فوج لے کر وہاں پہنچ گیا وہ ایک صحابی کا پوتا تھا وہ لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک سپاہی کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کوفہ والوں نے خطوط لکھے تھے کہ ہم یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آجائیں

ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر وہ نہیں چاہتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

عمرو بن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ خون ریزی ٹل سکتی ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ واپس جانے کے لئے بھی تیار ہیں اس خط کو پڑھ کر اس نے جواب لکھا کہ اب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پھنس چکے ہیں لہٰذا ان کو واپس نہ بھیجا جائے اور ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ یزید کی بیعت کریں اگر نہ مانیں تو ان کا پانی بند کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں پانچ سو سوار دریائے فرات کے گھاٹ پر بھیج دیئے گئے اور ان کو تاکید کی کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ لینے دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو جب پیاس نے ستایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کو پانی لانے کے لئے بھیجا وہ بیس پیدل اور تیس سوار لے کر دریائے فرات پر پہنچے اس پر یزیدی لشکر نے مداخلت کی مگر وہ لڑے اور لڑتے لڑتے دریائے فرات کے کنارے پہنچ گئے اور بیس مشکیں بھر لائے۔

رات کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی دعوت پر ابن سعد آپ رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں ملا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے آگے تین تجاویز رکھیں۔

۱۔ مجھے مکے واپس لوٹ جانے دو۔

۲۔ اگر واپس نہیں جانے دیتے تو یزید کے پاس جانے دو۔

۳۔ اگر دونوں باتیں منظور نہیں تو اسلامی سلطنت کے کسی سرحدی مقام پر بھیج دو۔

ابن سعد نے ابن زیاد کو ان تجویزوں سے آگاہ کیا ابن زیاد اس پر آمادہ بھی ہو گیا مگر شمر نے اس کی مخالفت کی۔ اس نے کہا کہ اس وقت وہ ہمارے قبضہ میں ہیں اگر ان کو جانے دیا تو پھر یہ ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہوں گے۔ ابن زیاد نے شمر کی بات مان لی اور شمر ہی کو ایک خط دے کر ابن سعد کے پاس بھیج دیا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہو کہ خود کو ہمارے حوالے کر دیں اگر وہ اس پر رضامند ہو جائیں تو میرے

پاس بھیج دو انکار کریں تو ان سے لڑو۔ ابن زیاد نے شمر کو یہ ہدایت بھی کی کہ اگر ابن سعد میرا یہ حکم بجا لائے تو اس کے ماتحت کام کرنا ورنہ اس کی گردن اڑا دینا اور خود فوج کی کمان سنبھال لینا۔ ابن زیاد کے خط میں یہ بات واضح طور پر نظر آ رہی تھی کہ اگر ان سے جنگ جیت لو تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دو۔

ابن سعد نے شمر کو برا بھلا کہا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اسی نے ہی ابن زیاد کو صلح سے باز رکھا ہو گا کیونکہ ابن سعد جانتا تھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خود کو ابن زیاد کے حوالے کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے۔ بالآخر حالات سے مجبور ہو کر اس نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ابن زیاد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہلے سے خبردار کئے بغیر قدم نہ اٹھاتا۔ رات کو چند آدمیوں کو ساتھ لے کر وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیموں پر پہنچا۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اپنے بیس سواروں کے ہمراہ اس سے ملے اور اس کی آمد کا مقصد دریافت کیا۔ ابن سعد نے کہا کہ آپ لوگ ہتھیار ڈال دیں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہیں کسی طرح آج رات کے لئے ٹال دو تا کہ میں اللہ عزوجل کی عبادت کر لوں۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ابن سعد سے ایک رات کی مہلت طلب کی ابن سعد نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ بات مان لی اور واپس چلا گیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور کہا کہ یہ لوگ مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں تم سب رات کی تاریکی میں یہاں سے نکل جاؤ، دشمن تمہارا پیچھا نہیں کرے گا مگر کوئی بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر جانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اس خیال سے رونے لگیں کہ یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بہن کو ہوش دلایا اور انہیں صبر کی نصیحت کرتے رہے۔

شدید گرمیوں کے دن تھے اور اس جھلسا دینے والی گرمی میں اس صحرا کے اندر جہاں دور دور تک کوئی سایہ نہ تھا رہنا دشوار تھا مگر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے جانثاروں نے تمام مصائب کا مقابلہ کیا مگر زبان پر کوئی شکوہ نہ آنے دیا۔ اللہ عزوجل کی جانب سے اس آزمائش کو نہایت صبر واستقامت سے برداشت کیا۔

شہادت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

۱۰ محرم الحرام کو صبح فجر کی نماز کے بعد ابن سعد اپنی فوج لے کر نکلا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی صفیں درست کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے ہوگئے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے ذیل کی تقریر کی:

> ''لوگو جلدی نہ کرو پہلے میری بات سن لو مجھ پر تمہیں سمجھانے کا جو حق ہے وہ ادا کر لینے دو اور میرے یہاں آنے کی وجہ بھی سن لو اگر تم میرا عذر قبول کرلو گے اور مجھ سے انصاف کرو گے تو انتہائی خوش نصیب انسان ہوگئے لیکن تم اس کے لئے تیار نہ ہوئے تو تمہاری مرضی سب مل کر میرے خلاف زور لگا لو اور مجھ سے جو برتاؤ کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ اللہ بڑا کارساز ہے وہی اپنے نیک بندوں کو ہدایت دیتا ہے تم لوگ میرے حسب نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو کہ تمہیں میرا قتل اور میری توہین زیب دیتی ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسا اور ان کے چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں؟ جنہوں نے اللہ عزوجل کے حکم پر سب سے پہلے لبیک کہا اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ کیا سیّد الشہداء حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے والد کے چچا نہیں

تھے؟ کیا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا نہیں تھے؟ کیا تمہیں میرے اور میرے بھائی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ قول یاد نہیں کہ ہم دونوں جنت کے سردار ہوں گے؟ اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو پھر مجھے بتاؤ تمہیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا چاہئے۔''

جس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خطاب فرما رہے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی پر سوار تھے۔ قرآن مجید آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور دشمن سے کسی بھی قسم کا خوف یا خطرہ لاحق نہیں تھا۔ اس دوران ابن سعد کے لشکری آپ رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بارگاہِ رب العزت میں یوں دعا فرمائی:

''یا اللہ! میں نے ہر مصیبت میں تجھ پر ہی بھروسا کیا ہے اور ہر سختی میں تو ہی میری پشت پناہی کرنے والا ہے۔ میں نے ہمیشہ تجھ ہی سے مانگا ہے اور تو نے ہی ہمیشہ میری دست گیری کی ہے۔ تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے تو ہی احسان کرنے والا تھا آج بھی میں تجھ ہی سے التجا کرتا ہوں۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے بتاؤ تم مجھے کس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو؟ ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان سرداروں کے نام لے کر فرمایا جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خط لکھے تھے کہ کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے؟ ان بے ایمانوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو خطوط نہیں لکھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے پسند نہیں کرتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں مجھے جانے دو۔ ان سرداروں نے جواب دیا آپ خود کو ہمارے حوالے کر دیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ میں جیتے جی ہرگز خود کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ صرف ایک حر ہی ایسا شخص تھا جس کے دل پر آپ رضی اللہ عنہ کی باتوں کا

اثر ہوا۔ اسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو حجاز کا راستہ اختیار کرنے سے روکا تھا اور اس وقت وہ اپنی اس حرکت پر نادم تھا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ان ظالموں کے حوالے کر دیا۔ اسی ذہنی کشمکش کی کیفیت میں اس نے ابن سعد سے پوچھا کہ کیا تمہیں ان کی تینوں تجویزوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں ہے؟ ابن سعد نے جواب دیا کہ اگر میرا کچھ اختیار ہوتا تو میں فوراً منظور کر لیتا مگر اب میں بے بس ہوں۔

یہ جواب سن کر حر یزیدی فوج سے علیحدہ ہو گیا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جا ملا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اپنے گذشتہ فعل کی معافی مانگی اور عرض کیا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ سلوک کرنے والے ہیں۔ اب میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اپنی جان بھی نچھاور کرنے کو تیار ہوں۔

اس زمانے میں جنگ کے قواعد وضوابط کے مطابق ابتداء میں ایک ایک اور پھر دو دو کر کے جنگجو میدان میں اترتے رہے۔ اس لڑائی میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا اور یزیدی فوج کو کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ پھر ابن سعد نے اپنی فوج کو کھلی جنگ کا حکم دے دیا۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے جانثاروں نے یزیدی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کی صفیں الٹا کر رکھ دیں۔ یزیدی فوج کا نشانہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تھے اور وہ بار بار ان پر حملہ آور ہوتے مگر ہر مرتبہ پسپا ہونے پر مجبور ہو جاتے۔ اس دوران شمر جو کہ یزیدی لشکر کی کمان کر رہا تھا اس نے تیر انداز بلائے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر تیر چلانے شروع کر دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور جانثاروں کے گھوڑے شدید زخمی ہو گئے۔ حر کا گھوڑا بھی زخمی ہوا مگر اس نے پیدل لڑنا شروع کر دیا اور بالآخر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

دو پہر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی مگر یزیدی فوج کامیابی حاصل نہ کر سکی کیونکہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خیمے بھی اس طرح لگوائے تھے کہ دشمن صرف

ایک رخ سے ہی حملہ کر سکتا تھا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے حکم دیا کہ ان کے خیموں کو آگ لگا دی جائے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ تدبیر بھی ناکام بنا دی اور خیموں کے پیچھے چار، پانچ آدمیوں کو اس طرح چھپا دیا کہ جو بھی خیموں کو آگ لگانے کے لئے آتا اسے مار دیا جاتا تھا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانثار مسلسل لڑائی کی وجہ سے تھک رہے تھے اور کئی جانثار اس خونریز لڑائی میں شہید ہو چکے تھے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز کے وقت جنگ بندی کی درخواست کی مگر یزیدی لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جانثاروں نے تلواروں کی زد میں نمازِ ظہر ادا کی۔ نمازِ ظہر کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنے ننھے بچے علی اصغر رضی اللہ عنہ کو لے کر خیمہ سے باہر آئے جس کی زبان پانی نہ ملنے کی وجہ سے خشک ہو رہی تھی۔ اس دوران ایک تیر آیا اور اس معصوم بچے کے حلق میں اتر گیا اور یوں علی اصغر رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے تمام جانثار ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش فرماتے چلے گئے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اپنی ہمت کو یکجا رکھا اور ایک بار پھر میدانِ جنگ میں یزیدیوں کو جہنم واصل کرنے لگے۔ اس دوران شمر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اور آپ رضی اللہ عنہ پر تیروں کی برسات شروع ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار سنبھالی اور پیادہ ہی ان کا مقابلہ کرنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک زخموں سے چور چور تھا۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ کے بائیں بازو پر تلوار کا کاری ضرب لگا اور آپ رضی اللہ عنہ کا بازو کٹ کر جسم مبارک سے علیحدہ ہو گیا۔ اس دوران مستان بن انس نے نیزے کا وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے۔ سنان نے آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تن سے جدا کرنا چاہا مگر اس کی ہمت نہ پڑی۔ پھر خولی بن یزید نے آگے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد ان بدبختوں نے خیموں پر دھاوا بول دیا اور

خاندانِ رسالت مآب ﷺ کی بیٹیوں کو عزتوں کا تار تار کرنا شروع کر دیا۔ ان کی چادریں اتار لی گئیں اور جگر گوشہ رسول ﷺ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو پامال کرنا شروع کر دیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اتارنے کے علاوہ دیگر کئی شہداء کے بھی سر کاٹ دیئے گئے اور ان کے جسم مبارک کو بے گوروکفن چھوڑ دیا گیا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو خولی بن یزید نیزے پر چڑھا کر اپنے لشکر کے ہمراہ کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ان باعصمت اور باکردار بیٹیوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ اس معرکہ حق و باطل میں حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو کہ بیمار تھے مردوں میں زندہ بچے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو یزیدی فوج کے جانے کے بعد قبیلہ بنو اسد کے کچھ لوگوں نے جو نزدیک ہی آباد تھے آ کر دفنایا اور ان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک:

خولی بن یزید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک نیزہ پر چڑھایا اور ایک فوجی دستہ کے ہمراہ کوفہ پہنچا تو شام ہو چکی تھی۔ شام ہو جانے کی وجہ سے اسے گورنر ہاؤس میں داخلہ کی اجازت نہ ملی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے گھروں کو چلے جائیں اور خود بھی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لے کر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ اس کی بیوی نے اسے برا بھلا کہا کیونکہ وہ اہل بیت سے سچی محبت رکھتی تھی۔ اس نے خولی بن یزید سے علیحدگی کا مطالبہ کیا۔ خولی بن یزید نے اسے ابن زیاد سے حاصل ہونے والے انعام و اکرام کا لالچ دیا لیکن اس نے کسی قسم کا تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ رات بھر وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں آنسو بہاتی رہی اور طلوعِ سحر کے وقت گھر سے نکل گئی اور پھر کبھی لوٹ کر نہ آئی۔

اگلے روز حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر کوفہ کے گورنر ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا۔ ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اس کے سامنے رکھا تھا اور وہ ایک چھڑی سے آپ رضی اللہ عنہ کے دہن مبارک کو چھونے لگا وہاں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ موجود تھے ان سے برداشت نہ ہوسکا اور وہ کھڑے ہوکر فرمانے لگے کہ چھڑی کو ان پاک ہونٹوں کے اوپر سے ہٹا، قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لبوں پر بوسہ کرتے دیکھا ہے۔ پھر وہ غم کی شدت سے رو پڑے۔

ابن زیاد نے جب حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو کہا کہ اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی قتل کروا دیتا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بدبخت! تو نے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کا خیال نہ کیا تو ان کے مقابلے میں میری کیا حیثیت ہے؟ یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے اور جاتے ہوئے اہل دربار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے کو شہید کیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر تسلیم کیا یہ تمہارے اچھوں کو قتل کردے گا اور بروں کو زندہ چھوڑ دے گا۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد کا مکالمہ:

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت اسیرانِ کربلا کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہوئے کہا کہ تم کون ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں علی ابن حسین (رضی اللہ عنہم) ہوں۔ ابن زیاد نے کہا کہ علی ابن حسین (رضی اللہ عنہم) تو کربلا میں مارے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی تھے اور میرا نام بھی علی ابن حسین (رضی اللہ عنہم) ہے اور میرے بھائی کو شہید کیا گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے ہم نے نہیں اللہ نے مارا ہے۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جواب میں اللہ عزوجل کا فرمان سنا دیا کہ بے شک اللہ ہی جانوں کو قبض کرنے والا ہے اور اللہ کے حکم کے

بغیر کوئی دوسرا نفس ان کی موت کے وقت نہیں مارتا۔

ابن زیاد نے کہا کہ میں حیران ہوں کہ تمہیں کیوں چھوڑ دیا گیا؟ پھر ابن زیاد نے اپنے لشکریوں کو حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ مجھے بھی قتل کروانا ہے تو کروا دے مگر ان عورتوں کے ساتھ کسی صالح متقی مسلمان کو بھیجنا جو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو اور ان کا حق ادا کر سکے۔

ابن زیاد نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اپنا حکم واپس لے لیا اور کہنے لگا کہ ان عورتوں کے ساتھ یہی جائیں گے۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ابن زیاد کا مکالمہ:

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جب ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کا لباس بہت میلا ہو چکا تھا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اسے جواب ملا کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا بنت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اللہ نے تمہیں رسوا کیا اور تمہاری بات کو جھوٹا کر دیا۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہمیں شرفِ عظیم عطا فرمایا اور ہمیں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنایا اور قرآن مجید ہماری پاکی بیان کرتا ہے۔ ابن زیاد نے غصہ میں آ کر کہا کہ اللہ نے مجھے تمہارے غضب سے بچایا اور تمہارے سرکشوں کو ہلاک کر دیا۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تو نے ہمارے چھوٹے اور بڑے شہید کئے اگر تو اسی میں اپنی بھلائی سمجھتا ہے تو سمجھتا رہ۔ ابن زیاد نے جب آپ رضی اللہ عنہا کی یہ جرأت دیکھی تو خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔

کوفہ کی گلیوں میں جس وقت اسیرانِ کربلا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو لے کر پھرا گیا تو لوگوں نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم نے اپنے ایمان کو دھوکے اور فریب کا ذریعہ بنایا اور تم لوگوں کی مثال اس سبزے کی سی ہے جو نجاست کے ڈھیر پر اگتا ہے۔ تم لوگ صرف عیب جوئی اور

لونڈیوں کی طرح خوشامد اور چاپلوسی کے سوا کچھ نہیں کر سکتے اس لئے تمہارے رونے کا تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کی کوفہ کے بازاروں میں نمائش کی جائے۔ چنانچہ اس کے حکم پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو لے کر کوفہ کے بازاروں میں گشت ہوا اور پھر جامع مسجد کوفہ میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ابن زیاد نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو فتح عطا فرمائی اور حسین ابن علی (رضی اللہ عنہم) اور ان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ پھر ابن زیاد نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے جنہیں حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ او ابن مرجانہ! تو کذاب ہے تیرا باپ بھی کذاب ہے اور تم آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے بعد خود کو سچا ظاہر کرتے ہو۔

ابن زیاد نے جب حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ کے قبیلہ نے مزاحمت کی تو ان کی گرفتاری کو مؤخر کر دیا گیا مگر بعد میں ابن زیاد نے نہایت چالاکی کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ کو شہید کروا دیا۔

اسیرانِ کربلا اور سر مبارک حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ دربارِ یزید میں

انسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسین
ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

جب ابن زیاد اپنی دل لگی کر چکا تو اس نے بدبخت شمر کی قیادت میں ایک لشکر اسیرانِ کربلا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو یزید کے دربار کی جانب روانہ کیا۔ ابن زیاد نے لشکر کو حکم دیا کہ تمہارا گزر جس جانب سے بھی ہو ان کی تشہیر کرتے جانا اور لوگوں کو ڈرانا کہ جس نے بھی خلیفہ کی اطاعت سے روگردانی کی اس کا انجام یہی ہوگا۔

قافلے نے سفر شروع کیا تو راستہ میں ایک مقام پر بارش کی وجہ سے قافلے نے ایک گرجا گھر میں قیام کیا۔ گرجا گھر کے پادری نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو دیکھا تو شمر کو دس ہزار دینار دے کر سر مبارک کچھ دیر کے لئے لے لیا اور پھر اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو دھویا اور عطر و خوشبو لگائی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے سامنے ہاتھ باندھ کر باادب کھڑا ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے اس پادری کی قسمت بدل دی اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے نور کی بدولت اس کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری

ہو گیا اور اس نور کے صدقے میں کفر و شرک کے اندھیرے مٹ گئے۔

علی الصبح بارش تھمنے کے بعد قافلہ روانہ ہوا تو راستہ میں شمر نے وہ دینار اپنے ساتھیوں میں تقسیم کرنے چاہے۔ جب اس نے تھیلیوں کا منہ کھولا تو اس میں دیناروں کی بجائے ٹھیکریاں نکلیں۔

یزید کے سامنے جس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اور اسیرانِ کربلا کو پیش کیا گیا تو اس بدبخت نے چھڑی کے ساتھ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک کو ضرب لگاتے ہوئے کہا کہ ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا لیکن ہماری خون ٹپکاتی تلواروں نے انصاف کر دیا اور ظالموں و نافرمانوں کی گردنیں اڑا دیں۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا تو بے قرار ہو گئے اور یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے یزید! بروزِ قیامت ان کے نانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کی شفاعت کریں گے اور تمہاری شفاعت ابن زیاد کرے گا۔ یہ فرما کر وہ دربارِ یزید سے باہر نکل گئے۔ یزید نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ان کا انجام ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے خود کو مجھ سے اچھا جانا' اپنے باپ کو میرے باپ سے اچھا سمجھا اور اپنے جد امجد کو میرے جد امجد سے اچھا سمجھا اور اگر میں میدانِ کربلا میں ہوتا تو انہیں ہرگز قتل نہ کرتا۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور یزید کا مکالمہ:

جس وقت حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو یزید نے کہا کہ تمہارے باپ نے میرے ساتھ قطع رحمی کی اور میرے حقوق کو نظر انداز کر دیا جس کا نتیجہ تمہارے ساتھ ہے۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت جواباً فرمائی کہ تم پر اور روئے زمین پر جو بھی بلا نازل ہوتی ہے وہ عالم کی پیدائش سے قبل لوحِ محفوظ پر لکھی ہوئی ہے۔

یزید نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو کہا کہ تم پر یہ مصیبت تمہارے اعمال کا

نتیجہ ہے۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بات سننے کے بعد خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا عظیم الشان خطبہ:

جس وقت یزید نے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مخاطب کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے ذیل کا خطبہ دیا:

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور درود وسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ان لوگوں کا انجام برا ہے جو برے کام کرتے ہیں اور اس کے احکامات کو جھٹلاتے اور ان کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اے یزید! تو نے ہم پر زمین تنگ کر دی اور ہمیں قید کیا اور تو سمجھتا ہے کہ ہم ذلیل ہوئے اور تو برتر ہے تو یہ سب تیری اس سلطنت کی وجہ سے ہے اور تو نے شاید اللہ کا فرمان نہیں سنا کہ کفار یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے ان کے ساتھ جو نرم رویہ رکھا ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ یہ صرف مہلت ہے تاکہ وہ دل کھول کر گناہ کریں پھر ان کے لئے ایک دردناک عذاب ہے۔ تو نے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی عبدالمطلب کا ناحق خون بہایا اور عنقریب تو بھی ایک دردناک انجام سے دوچار ہوگا۔ میں اللہ سے امید رکھتی ہوں کہ وہ ہمارا حق ہمیں دے گا اور ہم پر ظلم کرنے والوں سے بدلہ لے گا اور ان پر اپنا قہر نازل فرمائے گا۔ تو عنقریب اپنے گناہوں کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ان کے بارے میں اللہ ہی کا فرمان ہے کہ وہ زندہ ہیں، انہیں رزق ملتا ہے اور جن لوگوں نے تمہارے

لئے راستہ آسان کیا وہ بھی عنقریب تیرے ساتھ برباد ہونے والے ہیں۔ اے یزید! اگر تو ہماری ظاہری کمزوری کو خود کے لئے غنیمت سمجھتا ہے تو کل بروزِ قیامت تو اپنا کیا ہوا پائے گا' اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی ہم اس سے کوئی شکوہ کرتے ہیں بلکہ ہم ہر حال میں صابر اور اس پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔ تو اپنے مکروفریب سے جو چاہے کرلے مگر تو ہرگز ہمارے ذکر کو مٹا نہیں سکے گا اور نہ ہی ہمارے مقام کی بلندی کو چھو سکے گا۔ تیری یہ سلطنت عارضی ہے اور عنقریب منادی کرنے والا منادی کرے گا اور لعنت والی قوم پر جس نے ظلم وستم کیا۔ پس اللہ کی حمدوثنا ہے جس نے ہمارے پہلوں کا ایمان کے ساتھ اور شہادت کے ساتھ خاتمہ فرمایا اور وہ نہایت مہربان اور رحم والا ہے اور ہمارے لئے کافی ہے کیونکہ وہ بہترین کارساز ہے۔''

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

یزید نے اپنے رفقاء سے اسیرانِ کربلا کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا کہ تم میرا مشورہ مانو تو ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ یزید نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا مشورہ مان لیا کیونکہ وہ حالات کی نزاکت کو سمجھتا تھا کہ واقعہ کربلا کے بعد لوگ میرے مخالف ہو چکے ہیں اور اب مزید ایسے کوئی اقدام میری حکومت کے خاتمے کا باعث بن سکتے ہیں۔

یزید نے اہل بیت کی رہائی کا حکم دیتے ہوئے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا کے آپ کو جس چیز کی بھی خواہش ہو میں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری سالار اور غمگسار ہماری پھوپھی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بلایا گیا

اور یزید نے ان سے کہا کہ آپ یہاں رہنا پسند کریں گی یا پھر مدینہ منورہ جانا چاہیں گی؟ پھر یزید نے ابن زیاد کو گالیاں دیتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا اور میرا آمنا سامنا ہوتا تو میں ان کو ہرگز شہید نہ کرتا۔ یزید کی باتیں سن کر حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تو ہمیں مدینہ منورہ بھیج دے۔

اہل بیت کی مدینہ منورہ روانگی:

یزید نے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مال و دولت بطورِ نذرانہ پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر یزید نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں تین سو سپاہیوں کا حفاظتی دستہ اہل بیت کے قافلہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ کیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے مدفن کا بیان:

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے مدفن کے بارے میں کتب سیر میں متعدد روایات موجود ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اپنے شاہی خزانے میں رکھ دیا۔ جب سلیمان بن عبدالمالک تخت نشین ہوا تو اس نے سر مبارک کو دمشق بھیج دیا جہاں اسے خوشبوؤں سے غسل دے کر مدفون کر دیا گیا۔

ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو چالیس یوم کے بعد جسم مبارک سے ملا دیا گیا اور کربلا معلیٰ میں مدفون ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو مشہد میں مدفون کیا گیا۔ جامع الازہر قاہرہ کی عمارت کے شمالی دروازہ کے سامنے یہ مشہد عظیم واقع ہے جو مشہد حسین کے نام سے بھی مشہور ہے۔

❁❁❁

شہادت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

بروئے احادیث

قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اللہ عزوجل کے ان چنے ہوئے بندوں میں سے ہیں جن پر اللہ عزوجل سلام بھیجتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے کربلا معلیٰ میں جو قربانیاں دیں اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث موجود ہیں۔ ذیل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احا بث کو پیش کیا جا رہا ہے۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو میرے بعد شہید کیا جائے گا اور ان کے مدفن کی مٹی میرے پاس لائی گئی ہے اور ان کے مدفن کے بارے میں مجھے خبر دی گئی ہے۔

امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔

حضرت سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت سیّدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا بنت حارث حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی گود میں تھے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت سیّدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے میرے اس بیٹے کی شہادت کی خبر دی ہے۔

حضرت سیّدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی موجود ہے جہاں میرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا جائے گا اور وہ مٹی سرخ رنگ کی ہے۔

ام المومنین حضرت سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بدلے میں ستر ہزار افراد قتل ہوئے اور میرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کے قتل کے بدلے میں ستر ہزار ستر افراد قتل ہوں گے۔

ابونعیم سے مروی ہے کہ حضرت یحییٰ بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں تھے جب ہمارا قافلہ نینوا پہنچا جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزارِ پاک ہے تو دریائے فرات کے کنارے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزارِ پاک ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ یہاں شہداء کی سواریاں ہوں گی اور خیمے نصب ہوں گے، پھر آلِ رسول ﷺ و اصحابِ رسول ﷺ کے خون بہائے جائیں گے۔ اس وقت زمین و آسمان بھی روئیں گے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی سپاہ کے اسمائے گرامی

کتب سیر میں شہدائے کربلا اور سپاہ کربلا کی تعداد کے بارے میں متعدد روایات موجود ہیں۔ ذیل میں ان شہدائے کربلا اور سپاہ کربلا کے اسمائے گرامی بیان کئے جارہے ہیں جن کے بارے میں تمام کتب سیر میں اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت زہیر بن حسان محمدی رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کلبی رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت بریر حضیر ہمدانی رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت وہب بن عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت خالد بن عمرو مکی رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت محمد بن حنظلہ تمیمی رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت عمرو بن المطاع الجعفی رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت عمرو بن عبداللہ الجھندی الہمدانی رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت حماد بن انس محمدی رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت وقاص بن مالک احمدی رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت شریح بن عبید مکی رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت ہلال بن نافع البجلی رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت مرہ بن ابی مرہ غفاری رضی اللہ عنہ

۱۵۔ حضرت قیس بن منبہ مدنی رضی اللہ عنہ

۱۶۔ حضرت ہاشم بن عتبہ مکی رضی اللہ عنہ

۱۷۔ حضرت بشیر بن عمر حضرمی رضی اللہ عنہ

۱۸۔ حضرت نعیم بن عجلان انصاری رضی اللہ عنہ

۱۹۔ حضرت زہیر بن قیس البجلی رضی اللہ عنہ

۲۰۔ حضرت انس بن کابد اسدی رضی اللہ عنہ

۲۱۔ حضرت حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ

۲۲۔ حضرت قیس بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ

۲۳۔ حضرت عبداللہ بن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ

۲۴۔ حضرت عبدالرحمن بن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ

۲۵۔ حضرت حر رضی اللہ عنہ

۲۶۔ حضرت شیث بن عبداللہ ہشتی رضی اللہ عنہ

۲۷۔ حضرت قاسط بن زہیر ثعلبی رضی اللہ عنہ

۲۸۔ حضرت کردوس بن زہیر ثعلبی رضی اللہ عنہ

۲۹۔ حضرت کنانہ بن عتیق انصاری رضی اللہ عنہ

۳۰۔ حضرت ضرغامتہ بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

۳۱۔ حضرت جوین بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

۳۲۔ حضرت عمرو بن ضبیعہ ضبعی رضی اللہ عنہ

۳۳۔ حضرت یزید بن مبثت قیسی رضی اللہ عنہ
۳۴۔ حضرت عامر بن مسلم انصاری رضی اللہ عنہ
۳۵۔ حضرت عبیداللہ بن مثبت قیسی رضی اللہ عنہ
۳۶۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ
۳۷۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ
۳۸۔ حضرت سیف بن مالک عبدی رضی اللہ عنہ
۳۹۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ
۴۰۔ حضرت بد بن معقل رضی اللہ عنہ
۴۱۔ حضرت سعود بن حجاج انصاری رضی اللہ عنہ
۴۲۔ حضرت مجمع بن عبداللہ عائذی رضی اللہ عنہ
۴۳۔ حضرت عمار بن حسان مدنی رضی اللہ عنہ
۴۴۔ حضرت حسان بن حارث رضی اللہ عنہ
۴۵۔ حضرت جندب بن حجر خولانی رضی اللہ عنہ
۴۶۔ حضرت یزید بن زیاد بن مظاہر کندی رضی اللہ عنہ
۴۷۔ حضرت طاہر آزاد غلام دین الحق خزاعی رضی اللہ عنہ
۴۸۔ حضرت جبلہ بن علی شہبانی رضی اللہ عنہ
۴۹۔ حضرت اسلم بن کثیر اعرج ازدی رضی اللہ عنہ
۵۰۔ حضرت زہیر بن سلیم ازدی رضی اللہ عنہ
۵۱۔ حضرت قاسم بن حبیب ازدی رضی اللہ عنہ
۵۲۔ حضرت عمرو بن جندب حضری رضی اللہ عنہ
۵۳۔ حضرت ابوتمامہ انصاری رضی اللہ عنہ

۵۴۔ حضرت عمرو بن عبد صائدی رضی اللہ عنہ

۵۵۔ حضرت حنظلہ بن اسعد شیبانی رضی اللہ عنہ

۵۶۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ او جی رضی اللہ عنہ

۵۷۔ حضرت عمار بن ابی سدام انصاری رضی اللہ عنہ

۵۸۔ حضرت عابس بن ابی حبیب شاکری رضی اللہ عنہ

۵۹۔ حضرت شوذب رضی اللہ عنہ

۶۰۔ حضرت شبیب بن حارث بن سریع انصاری رضی اللہ عنہ

۶۱۔ حضرت مالک بن سریع انصاری رضی اللہ عنہ

۶۲۔ حضرت محمد بن انس انصاری رضی اللہ عنہ

۶۳۔ حضرت مقداد انصاری رضی اللہ عنہ

۶۴۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ

۶۵۔ حضرت قارب رضی اللہ عنہ

۶۶۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ

۶۷۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ

۶۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

۶۹۔ حضرت حر رضی اللہ عنہ

۷۰۔ سعد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۷۱۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ

۷۲۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت سیّدنا جعفر بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت سیّدنا محمد بن ابی سعد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت سیّدنا محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت سیّدنا عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت سیّدنا ابوبکر بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت سیّدنا عمر بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت سیّدنا محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت سیّدنا عثمان بن علی رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت سیّدنا ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت سیّدنا جعفر بن علی رضی اللہ عنہ

۱۵۔ حضرت سیّدنا عباس بن علی رضی اللہ عنہ

۱۶۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ

۱۷۔ حضرت سیّدنا علی اکبر بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ

۱۸۔ حضرت سیّدنا علی اصغر بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ

۱۹۔ حضرت سیّدنا قاسم بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ

۲۰۔ حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خطبات

ذیل میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان خطبات کو پیش کیا جا رہا ہے جو آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے روانگی کے بعد میدانِ کربلا پہنچنے تک ارشاد فرمائے۔

حر کے لشکر سے خطاب:

"اے لوگو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے اور اللہ عزوجل کے عہد کو توڑنے والے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ عزوجل کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کرنے والے حکمران کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے حاکم کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔

لوگو! خبردار ہو جاؤ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی ہے اور اللہ عزوجل کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انہوں نے ملک میں فتنہ وفساد پھیلایا ہے اور حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں سے یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور حلال قرار دی ہوئی چیزوں کو حرام۔ اس لیے مجھے غیرت آئی ہے۔ میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے بیعت کر لی اور تم ہمیں بے یار و مددگار نہ چھوڑ دو گے، تم اگر

اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست پر پہنچو گے۔

میں حسین ابن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہوں۔ میری جان تمہاری جانوں کے برابر اور میرے اہل تمہارے اہل کے برابر ہیں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اپنا عہد اور میری بیعت توڑ دو گے تو واللہ یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب خیز عمل نہ ہوگا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ایسا کر چکے ہو وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آ گیا تم نے اپنے فعل سے بہت بڑی مثال قائم کی ہے۔ جو شخص عہد توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب مجھے اللہ عزوجل تمہاری مدد سے بے نیاز کر دے گا''۔

شب عاشورہ کا خطبہ:

''لوگو! تم مجھ سے اور میری زندگی کے آئین سے ناواقف نہیں ہو۔ جانتے ہو کہ میں ''فاطر السموات والارض'' کا بہترین مدحت طراز رہا ہوں اور ہر حالت میں میں نے شکر بہ صمیم قلب ادا کیا کہ بندہ کا کام یہی ہے۔

الٰہی! تو میری حالت قلب کا بہترین علیم ہے۔ میری نیت سے واقف ہے میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں خاندان نبوت میں پیدا ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ قلب آشنا، دیدۂ بینا اور سننے والی سماعتیں عطا فرمائی ہیں۔ قرآن سکھایا۔ دین و مذہب میں بصیرت عطا فرمائی۔ اب تو ہمیں صبر اور شکر کرنے والے بندوں میں بھی شامل فرما۔ یہ شکر

وسپاس کا مقام ہے کہ تو نے مجھے ایسے وفا شعار رفقاء احباب عطا کیے۔ جن سے زیادہ نیکی اور محبت کرنے والے کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔ ان کو جزائے خیر عطا فرما۔

اے میرے رفقاء! دشمنوں اور معاندوں کا ہجوم ہے۔ میں تو اس کے باعث آج کے دن کو ہی کل کا دن تصور کرتا ہوں۔ اس لیے میں آج تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنی قیمتی جانیں بچالو اور واپس چلے جاؤ اس کے لیے میں تمہیں ہرگز کسی کوتاہی وملامت کا مستحق ہرگز قرار نہ دوں گا۔ تم نے وہ حق رفاقت ادا کر دیا ہے جو تمہارے ذمہ تھا۔ تم میں سے ہر شخص میرے ایک اہل بیت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے لے اور ایک ایک اونٹ سواری کے لیے اپنے ساتھ لے جائے۔ ابھی چراغ گل کر دیا جائے گا' اندھیرے میں نکل جانا تمہیں کوئی کچھ نہ کہے گا۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں' لوگوں کو مجھ سے اور صرف مجھ سے عداوت ہے''۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے خطاب:

''زینب (رضی اللہ عنہا) سنو! اور سنبھل کر سنو دنیا میں کسی کو نہیں رہنا۔ موت کا ایک وقت معین ہے وہ کسی کے اظہار اندوہ وکرب سے ٹل نہیں سکتی' اللہ عزوجل سے تسکین طلب کرو' اس سے استعانت چاہو۔ میرے باپ بھائی مجھ سے بہتر تھے' نانا جان سب سے بہتر تھے' وہ نہ رہے تو میری حقیقت کیا ہے؟ یہاں کون ہمیشہ رہا ہے۔ اگر میں قتل ہو جاؤں تو پورے صبر ووقار سے کام لینا' گریبان چاک نہ کرنا' بین نہ کرنا اور اللہ عزوجل سے مدد مانگنا۔''

جنگ سے قبل خطبہ:

''الٰہ العالمین! تو جانتا ہے۔ تو علیم و دانا ہے کہ میں نے اپنی بساط کے مطابق ہمیشہ ہمت و استقلال سے کام لیا اور مجھ پر جتنے وقت پڑے ہیں تجھی نے میری پشت پناہی کی ہے اور میری ہمت بندھائی ہے۔ بہت سے غم و اندوہ ایسے ہوتے ہیں۔ جو ایک طرف تو دل کو کمزور کر دیتے ہیں اور دوسری طرف دوست ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ لیکن میں نے ایسے نازک اوقات میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف ہی رجوع کیا ہے اور تو ہی ہر خواہش اور ہر آرزو کا منتہیٰ ہے۔

ابن سعد کے لشکر سے خطاب:

''اے لوگو! جلدی نہ کرو' پہلے میری بات سن لو۔ مجھ پر تمہیں سمجھانے کا حق ہے۔ مجھے یہ حق پورا کر لینے دو اور میرے آنے کی وجہ بھی سن لو۔ اگر تم میرا عذر سن لو۔ گے اور مجھ سے انصاف کرو گے تو تم انتہائی خوش قسمت انسان ہو گے لیکن اگر تم اس کے لیے تیار نہ ہو تو تمہاری مرضی۔ تم اور تمہارے شریک سب مل کر میرے خلاف زور لگا لو اور میرے ساتھ جو برتاؤ کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ اللہ میرا کارساز ہے۔ وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔

لوگو! تم میرے حسب و نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ تم خیال کرو۔ کیا تمہیں میرا قتل اور میری توہین زیب دیتی ہے۔ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے چچیرے بھائی کا بیٹا نہیں ہوں

جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے؟ کیا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے والد کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا نہ تھا۔ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کا وہ قول یاد نہیں جو انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہونگے۔ اگر میرا یہ بیان سچا اور ضرور سچا ہے کیونکہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ بولنے والے پر اللہ ناراض ہوتا ہے اس وقت سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

تو بتاؤ! کیا تمہیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو تم میں ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں جو جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ تم ان سے دریافت کر سکتے ہو۔ کیا اس حدیث کو سن کر بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہیں رہ سکتے؟

یاد رکھو! اللہ عزوجل میرے قتل سے سخت ناراض ہوگا۔ تمہارے ذلت دینے سے اللہ عزوجل مجھے عزت دے گا۔ پھر میرا بدلہ تم سے اس طرح لیا جائے گا جس کا اس سے قبل تصور بھی نہ ہوگا۔ یاد رکھو! مجھے قتل کرنے کے بعد خود تمہارے درمیان تفرقہ پڑ جائے گا۔ خانہ جنگیاں ہوں گی اور بالآخر تمہارا خون بھی بہایا جائے گا۔ پھر اس کے بعد آخرت کی سزا بھی ہے جو بہت زیادہ ہے''۔

۞۞۞

واقعہ حرّہ

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید نے مسلم بن عقبہ نامی شخص کو مدینہ منورہ کی جانب لشکر دے کر بھیجا کیونکہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت منسوخ کر دی تھی۔ مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر ظلم و ستم کی انتہا کر دی اور سات سو کے قریب جلیل القدر حفاظِ کرام رضی اللہ عنہم اور ایک ہزار کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کیا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستونوں کے ساتھ گھوڑوں کو باندھا گیا اور تین دن تک لوگوں کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز ادا نہ کرنے دی گئی۔ حضرت سعید ابو خدری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی داڑھی مبارک کو نوچا گیا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت صحابی کو شہید کیا گیا۔

مدینہ منورہ میں خون بہانے کے بعد یزیدی لشکر مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا اور خانہ کعبہ پر سنگ باری کی۔ خانہ کعبہ کو نذرِ آتش کر دیا گیا اور بے شمار نہتے مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ یزید بد بخت کی اس حرکت پر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس کی مخالف ہو گئی مگر خانہ کعبہ پر سنگ باری کے کچھ ماہ بعد ہی یزید ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

ظالموں کا انجام

یزید کا انجام:

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ اب اس کی حکومت کو کسی قسم کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ اس کا یہ خیال محض اس کی خوش فہمی تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے اپنی بیعت منسوخ کر دی۔ یزید نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر چڑھائی کروادی۔ بیت اللہ شریف کو آگ لگا دی گئی۔ بالآخر اس پر اللہ عزوجل کا عذاب نازل ہوا اور وہ مرضِ قولنج میں مبتلا ہو گیا۔ بڑے سے بڑے طبیب سے علاج کروایا گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا اور اسی مرض میں تڑپ تڑپ کر یزید جہنم واصل ہوا۔

ابن زیاد کا انجام:

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے اللہ عزوجل نے کوفہ کی جیل میں قید ایک شخص مختار ثقفی کو چنا۔ مختار ثقفی قید خانے سے نکلنے کے بعد ایوانِ اقتدار میں پہنچا۔ اقتدار سنبھالتے ہی اس نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کا اعلان کیا اور کوفہ کے ہر اس گھر میں جہاں مجرم موجود تھے پورے گھر والوں سمیت تباہ و برباد کر دیا۔ ابن زیاد نے جب یہ صورتحال دیکھی تو راہِ فرار اختیار کی۔ مختار ثقفی کے سپاہیوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ جب ابن زیاد کا سر مختار ثقفی کے پاس لے کر جایا گیا تو اس نے اس کے سر کو اسی طرح ٹھوکریں ماریں جس طرح اس ظالم

بد بخت نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی آبروریزی کی تھی۔

عمرو بن سعد کا انجام:

مختار ثقفی کے اعلان کے بعد عمرو بن سعد بھی روپوش ہو گیا۔ بالاخر عمرو بن سعد کو مختار ثقفی کے سپاہیوں نے ڈھونڈ نکالا۔ جس وقت ابن سعد کو مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تو وہ ملعون ہے جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر گوشہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو میدانِ کربلا میں پیاسہ شہید کیا۔ پھر مختار ثقفی نے حکم دیا کہ اس کے بیٹوں کو اس کے سامنے قتل کیا جائے تا کہ اسے معلوم ہو کہ اس کے کس طرح دنیاوی جاہ وچشم کے لئے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹیوں، بھتیجوں اور بھانجوں کو میدانِ کربلا میں شہید کروایا تھا۔ چنانچہ ابن سعد کی اپیلوں کے باوجود اس کے بیٹوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے مارا گیا پھر اسے بھی جہنم واصل کر دیا گیا۔

شمر کا عبرتناک انجام:

مختار ثقفی کے سپاہیوں نے جب شمر کو گرفتار کیا اور اسے مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا تو اس وقت وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پیاس سے اس کا حلق سوکھ رہا تھا۔ اس نے رو رو کر مختار ثقفی کے سامنے عرض کی کہ مجھے چند گھونٹ پانی پلا دو مگر مختار ثقفی نے اس کی آہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور کہا کہ اپنی پیاس کی تجھے کتنی پرواہ ہے اور جب تو نے اس معزز گھرانے کو پانی سے دور رکھا اور ان کے بچوں پر ظلم روا رکھا اس وقت تجھے احساس کیوں نہ ہوا؟ اب تو خود پانی کو ترس۔ چنانچہ شمر پیاس سے تڑپتا ہوا تلوار کی نذر ہوا۔

چہرہ سیاہ ہو گیا:

ایک نوعمر یزیدی سپاہی جو حسن و جمال میں بے مثال تھا۔ اس کے چہرہ کا رنگ خوب سرخ و سفید تھا۔ اس نے حضرت امام حسین کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا۔

لوگوں نے اسے دیکھا کہ اس کے چہرہ کا رنگ سخت کالا ہوگیا ہے۔ جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا۔ جس روز سے میں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اپنے گھوڑے کی گردن کے ساتھ لٹکایا ہے۔ ہر رات دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میرے دونوں بازو پکڑ کر کہیں لے جاتے ہیں۔ وہاں سخت آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔ وہ مجھے چہرے کے بل اس آگ میں بار بار ڈالتے اور نکالتے ہیں۔ یہ عمل ہر رات دہرایا جاتا ہے۔ میری یہ حالت اسی وجہ سے ہوئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص اسی طرح جھلس جھلس کر بہت بری موت مرا۔

چیچک کی وبا:

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک دفعہ چیچک کی مہلک وبا پھوٹ پڑی۔ اس وبا سے لاتعداد نوعمر بچے اندھے ہوگئے۔ جب تخمینہ لگایا گیا تو ان میں سے کم وبیش ڈیڑھ ہزار بچے ان بدنصیب ظالموں کے تھے جنہوں نے میدان کربلا میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ لڑی تھی۔

ایک بد بخت بوڑھے کا انجام:

ایک مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ موضوع سخن حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرف چلا گیا۔ کہا گیا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں عملی حصہ لینے والوں یا اس فعل بد میں معاونت کرنے والوں میں سے کوئی بھی اس دنیا میں سزا سے نہ بچ سکا جہنم کی سزا اس کے علاوہ ہے۔ اس مجلس میں موجود ایک تیرہ باطن بوڑھا کہنے لگا میں نے بھی حسین (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں کی اعانت کی تھی مجھے تو کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ بات کہہ کر وہ فارغ ہوا تھا کہ چراغ کی لو کو دیکھا جو بیٹھنے لگی تھی۔ اسے درست کرنے کے لیے اٹھا تو اچانک چراغ سے اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ آگ بجھانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ لوگوں کو آوازیں دینے لگا کوئی اس کی مدد کو نہ پہنچا۔ آخر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور قریب

ہی نہر فرات تھی اس میں چھلانگ لگا دی۔ کئی غوطے لگائے لیکن آگ بجائے بجھنے کے زیادہ بھڑک اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھے وہ بدنصیب جل کر کوئلہ ہو کر اور اپنے برے انجام کو جا پہنچا۔

پیاسا کالا کتا:

حضرت صالح شام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا جسے حضرت علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ حلب میں قیام پذیر تھے کہ ایک رات ایک خواب دیکھا کہ ایک کالے رنگ کا کتا ہے جو پیاس کی شدت سے زبان نکالے مارا مارا پھر رہا ہے اور اسے کہیں پانی نہیں ملتا انہوں نے چاہا کہ اس پیاسے کتے کی پیاس بجھانے کے لیے اسے پانی پلائیں جب انہوں نے اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانا چاہا تو ہاتف غیبی کی ایک آواز سن کر وہ رک گئے اور اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ ہاتف غیبی نے ندا لگائی تی کہ یہ کالا کتا بھی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل ہے اور قیامت تک اسے یہ سزا دی گئی ہے اور یہ اسی طرح پیاسا تڑپتا رہے گا۔

اخلاق وعادات

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نہایت پاکیزہ اخلاق وعادات کے مالک تھے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے بچپن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا تھا اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں حلیم مزاجی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا اثر تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ غرور وتکبر سے پاک تھے۔ عجز وانکساری آپ رضی اللہ عنہ کے مزاج کا حصہ تھی۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں چند غرباء کو کھانا تناول فرماتے دیکھا۔ ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بجائے کسی ناگواری کے ان کی دعوت قبول فرمالی اور فرمایا کہ اس وقت مجھے کھانے کی حاجت نہیں مگر میں تمہاری خوشی کی خاطر چند لقمے ضرور تناول فرماؤں گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ہی تشریف فرما ہو گئے اور چند لقمے تناول فرمائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ان کی ایک کنیز نے آپ رضی اللہ عنہ کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان پھولوں کو سونگھا اور کنیز سے فرمایا کہ جاؤ میں نے تمہیں اللہ کی راہ میں آزاد کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گلدستہ کے بدلے میں کنیز کو آزاد فرمادیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ جب تمہیں کوئی تحفہ دیا جائے تو تم پر لازم ہے کہ اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ دیا کرو۔ پس اس کنیز کے لئے آزادی سے بڑا کوئی تحفہ نہ تھا۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میرے والد بزرگوار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بزرگوں، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کے گھر پر خود کھانا لے کر جایا کرتے تھے اور ان کے کام کاج کی مشقت برداشت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر نشانات پڑ جاتے تھے۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مدینہ منورہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے گرد لوگوں کا ایک ہجوم ہوگا اور اس حلقے کے تمام لوگ باادب ہوں گے۔ چنانچہ جب وہ شخص مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کا باادب حلقہ دیکھا اور ان سب کے درمیان حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جلوہ افروز تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے بڑی رقم ملی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس رقم کو لے کر مسجد میں تشریف فرما ہو گئے اور کسی ضرورت مند کا انتظار کرنے لگے۔ اسی اثناء میں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضور! آپ رضی اللہ عنہ کے کپڑے پھٹے اور پرانے ہیں آپ رضی اللہ عنہ اس رقم کو خود پر استعمال کر لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری ذاتی آرائش سے بہتر ہے کہ یہ رقم کسی ضرورت مند کی حاجت پر خرچ ہو۔

ابن عساکر کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہا کہ آہ! کتنا بڑا غم ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب غم کے بارے میں دریافت کیا تو کہا کہ موت سامنے ہے اور میں مقروض ہوں۔ قرض کی عدم ادائیگی نے مجھے سخت مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پریشان نہ ہوں آپ رضی اللہ عنہ کے ذمہ واجب الادا قرضہ میں ادا کروں گا۔ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور حضرت اسامہ بن زید

رضی اللہ عنہ کے تمام قرض خواہوں کو بلوا کر ان کا قرضہ ادا کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نماز ادا کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز مختصر کی اور دروازے پر جا کر دیکھا تو ایک سائل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے گھر والوں سے دریافت کیا کہ گھر میں اس وقت کتنی رقم موجود ہے؟ جواب ملا کہ اس وقت دو سو درہم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ لے آؤ۔ پھر وہ دو سو درہم آپ رضی اللہ عنہ نے اس سائل کو دے دیئے اور فرمایا کہ ہمارا گزارا ہو جائے گا مگر اس سائل کو مایوس نہیں لوٹنا چاہیے۔

ایک مرتبہ ایک ضرورت مند آپ رضی اللہ عنہ کے گھر آیا اور چند گذارشات لکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجیں کہ میرے پاس ایسی کوئی شے نہیں جسے بیچ کر میں کھانے کی کچھ اشیاء خرید سکوں۔ میرے پاس صرف میری عزت بچی ہے جسے میں کسی کے ہاتھ بیچنا نہیں چاہتا تھا مگر اب مجھے خریدار مل گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا رقعہ پڑھا مگر جواب دینے میں کچھ دیر ہو گئی۔ اس ضرورت مند نے ایک اور رقعہ بھیجا کہ جب میں واپس لوٹا تو مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ صاحب فضل سے تمہیں کیا ملا تو میں کیا جواب دوں گا؟ اگر جھوٹ بولا تو جھوٹا کہلاؤں گا اور اگر کہا کہ صاحب فضل نے اپنا مال روک لیا تو پھر بھی میری بات کوئی تسلیم نہ کرے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے فوراً دس ہزار درہم بھیجے اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ تم نے جلدی کر دی ورنہ اور زیادہ تمہیں مل جاتا۔ اب یوں سمجھنا کہ تم نے سوال کیا ہی نہیں تھا۔

۞۞۞

عبادت وریاضت

نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شہید کربلا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عالم باعمل، متقی و پرہیز گار، ولی کامل، عارف باللہ اور سچے عاشق الٰہی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زندگی عشق الٰہی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسر کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دن درس وتدریس اور راتیں عبادتِ الٰہی میں بسر ہوتی تھیں۔ بے شمار لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو رات رات بھر قیام اور سجود کرتے دیکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خشوع وخضوع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ دیکھنے والے کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آتے تھے۔ نماز اور روزے کے سختی سے پابند تھے۔ بوقت شہادت بھی آپ رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مسجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں پچیس حج باپیادہ یعنی پیدل کئے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ علم وفضل میں یکتائے زمانہ تھے۔ رضائے الٰہی کے تابع اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی۔ پھر باب العلم مولائے کائنات حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا۔ ظاہری و باطنی علوم کے منبع تھے اور جب بھی کسی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ سے رجوع کرتا اور اپنے مسئلے کا شافی علاج پاتا تھا۔

ابن عربی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے اور اپنی عبادت وریاضت میں بے مثل تھے۔ قرآن مجید کے صحیح عالم باعمل اور صاحب جودوکرم تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ان کے سن بلوغت سے پہلے ہی بیعت لی تھی اوراس کے علاوہ آپ ﷺ نے کبھی کسی نابالغ سے بیعت نہ لی۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ آسمان والوں کو ہم اہل زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بزرگی کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے دودھ پینے والے بچے کے وظیفہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کی بابت دریافت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد جب بچہ آواز دے دے یعنی روئے اس وقت وہ وظیفہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔

کشف وکرامات

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ صاحب کشف و کرامت تھے۔ کتب سیر میں آپ رضی اللہ عنہ سے کئی کرامات منصوب ہیں۔ اختصار کی وجہ سے ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کی چند کرامات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

نیزہ پر قرآن پاک کی تلاوت:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میدانِ کربلا میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور سر مبارک کو تن سے جدا کیا گیا اور سر مبارک کو کوفہ کی گلیوں میں لے کر پھرا گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہونٹ مبارک ہل رہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے ہیں۔

اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق جب آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو ابن زیاد کے پاس لے کر جایا گیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے ہونٹ مبارک ہل رہے تھے اور زبان مبارک پر قرآن مجید کی تلاوت جاری تھی۔

رمز قرآن از حسین آموختیم
ز آتش او' شعلہ ہا' اندوختیم

بے ادب کی سزا:

میدانِ کربلا میں جس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیمے کے گرد آگ جل رہی تھی تو ایک بد بخت مالک بن عروہ نے اونچی آواز میں کہا کہ اے حسین (رضی اللہ عنہ)! تم

نے آخرت کی آگ میں جلنے سے پہلے ہی دنیا میں آگ لگالی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ اے بدبخت! تیرا گمان ہے کہ میں دوزخی ہوں اس کا فیصلہ اللہ کرے گا۔ اس بات کو ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ مالک بن عروہ کا گھوڑا پھسل گیا اور اس کا پاؤں گھوڑے کی رکاب میں بری طرح پھنس گیا اور گھوڑا اس کو گھسیٹتا ہوا اس آگ میں لے گیا اور مالک بن عروہ جل کر راکھ ہو گیا۔

کنویں سے پانی نکل پڑا:

ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا دورانِ سفر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں ابن مطیع کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس ایک کنواں ہے جس کا پانی بہت کم ہے اور اس پانی سے ڈول بھی بھرا نہیں جا سکتا۔ میں نے بے شمار تدبیریں کیں مگر کنویں کا پانی جاری نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کا پانی منگوا کر کچھ نوش فرمایا اور کلی کر کے اس کنویں میں ڈال دیا۔ جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے اس کنویں میں کلی فرمائی کنویں سے پانی ابلنا شروع ہو گیا اور وہ پانی اپنی لذت اور شیرینی کے لحاظ سے بے مثل تھا۔

خون کا قطرہ:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر جب دارالامارت کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ بدنصیب سر کو اٹھا کر دیکھنے لگا جس ہاتھ میں سر پکڑا ہوا تھا وہ لرزنے لگا جلدی سے سر کو اپنی ران پر رکھ لیا سر میں سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا جو قبا پر پڑا۔ تیزاب کی مانند قبا میں سے پار ہو گیا جبہ پر پیراہن کو جلاتا ہوا آزار سے گذر کر ران تک پہنچا' ران میں سے سوراخ کرتا ہوا مسند تک پہنچا' مسند میں سے گزر کر فرش پر گرا اور زمین میں غائب ہو گیا۔ ابن زیاد کی ران پر یہ زخم مرتے دم تک موجود رہا اور کوئی علاج کارگر نہ

ہوا۔اس زخم میں سے بدبو آتی تھی' وہ اس بدبو کو چھپانے کے لیے نافہ مشکی ران پر باندھا کرتا تھا مگر پھر بھی بدبو کی وجہ سے پاس بیٹھنے والوں کا دماغ پھٹنے لگتا تھا۔ جس دن یہ بدبخت قتل کیا گیا اسی زخم کی وجہ سے پہچان لیا گیا۔

اصحابِ کہف کے قصہ سے بھی عجیب:

منہال بن عمرو سے مروی ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے دمشق میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو جس وقت دمشق کے بازار میں سے لے جایا جا رہا تھا اس وقت ایک شخص سورۂ کہف کی آیت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا تو نے جان لیا کہ اصحابِ کہف اور رقیم ہماری قدرت کی عجب نشانیوں میں سے تھے' تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لب مبارک ہلے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری شہادت اور میرے سر کو نیزے پر لے کر جانا اصحابِ کہف کے قصہ سے بھی عجیب ہے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد

روایات کے مطابق حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج کی تعداد پانچ ہے جن سے آپ رضی اللہ عنہ کے چھ بچے تولد ہوئے۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد کا مختصر تذکرہ بیان کیا جارہا ہے۔

حضرت سیّدہ شہربانو رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب فارس کا علاقہ فتح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا بھی قیدیوں کے ساتھ یرغمال بنا کر مدینہ منورہ لائی گئیں۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

حضرت سیّدہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا ابی مرہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

حضرت سیّدہ رباب رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا امراء القیس کی صاحبزادی تھیں اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدنا

عبداللہ المعروف حضرت سیّدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

حضرت سیّدہ ام اسحاق رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا طلحہ بن عبداللہ کی صاحبزادی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ صغراء رضی اللہ عنہا تولد ہوئیں۔

حضرت سیّدہ قضاعیہ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ بنی قضاعیہ سے ہے اور آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کا مختصر بیان ذیل میں کیا جارہا ہے۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابومحمد، ابوالحسن اور ابوبکر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب سجاد اور زین العابدین ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ۳۸ھ میں مدینہ منورہ میں تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت شہربانو رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تولد ہوئے۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تین برس تھی اس وقت حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ جس وقت کربلا کا المناک واقعہ پیش آیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک صرف ۲۳ برس تھی۔ اس المناک واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہ شدید بیمار تھے جس کی وجہ سے جنگ میں حصہ نہ لے سکے اور بچنے والے مردوں میں واحد آپ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین کی فضیلت کے بارے میں منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس قدر عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف کرتے تھے کہ ایک کثیر جماعت بھی مل کر اتنی عبادت نہ کرسکتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ جب وضو کرتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کی رنگت

بدل جاتی تھی۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں؟

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ایک دن اور رات میں ہزار رکعت نفل نماز ادا فرماتے تھے اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین نے ۹۵ھ میں ۵۷ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون کیا گیا جہاں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک مرجع گاہ خلائق خاص و عام ہے۔

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک علی اور لقب اکبر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ' حضرت سیّدہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ عادات واطوار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا میں میدان میں نکلے تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ الٰہی! میں اپنے بیٹے کو تیرے سپرد کرتا ہوں جو سیرت وصورت میں تیرے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مشابہ ہے اور ہم جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دید کو ترسے ہوئے ہیں اس کی صورت دیکھ کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

چہرے میں آفتابِ نبوت کا نور تھا
آنکھوں میں شانِ صولت سرکار ابوتراب

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر کے ایک سو بیس سپاہیوں کو جہنم واصل کیا اور بالآخر مسلسل لڑائی کے بعد جب زخموں سے چور چور ہو گئے تو اپنے والد بزرگوار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پانی کی فرمائش کی تاکہ ایک مرتبہ پھر تازہ دم ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے

جب آپ رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی تو روتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارے لئے پانی کہاں سے لاؤں؟ عنقریب تم میرے نانا حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں شرابِ طہور پیو گے اور اس کے بعد تمہیں پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے جب والد بزرگوار کا فرمان سنا تو ایک نئے جوش کے ساتھ میدان میں دوبارہ اترے اور مزید اسی دشمنوں کو جہنم واصل کیا۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ پر چاروں جانب سے حملہ کر دیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ جو زخموں سے چور چور تھے اس حملے کی تاب نہ لا سکے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔ بوقت شہادت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک محض ۱۸ برس تھی۔

حضرت سیّدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا سے چھ ماہ قبل حضرت سیّدہ رباب رضی اللہ عنہا کے بطن سے تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اسی کم سنی میں میدانِ کربلا میں ایک ظالم بدبخت نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی گود میں تیر مار کر شہید کیا۔

حضرت سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا' حضرت سیّدہ رباب رضی اللہ عنہا کے بطن سے تولد ہوئیں۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک محض سات برس تھی۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی اس صاحبزادی سے بے پناہ محبت تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد یرغمال بنائی گئیں اور پھر جب یزید نے رہا کیا تو آپ رضی اللہ عنہا اپنی پھوپھی حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی تربیت میں حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کسی قسم کی کسر نہ چھوڑی اور اپنے بھائی کی اس ننھی نشانی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔

حضرت سیّدہ فاطمہ صغراء رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ فاطمہ صغراء رضی اللہ عنہا' حضرت سیّدہ ام اسحاق رضی اللہ عنہا کے بطن سے تولد

ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سیدنا حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ جس وقت معرکہ کربلا پیش آیا آپ رضی اللہ عنہا اس وقت مدینہ منورہ میں مقیم تھیں اور اپنے شوہر حضرت سیدنا حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ جو کہ ان دنوں تجارت کی غرض سے مدینہ منورہ سے باہر تھے اس قافلہ میں شامل نہ ہوسکی تھیں۔

حضرت سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت قضاعیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زمانہ طفولیت میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قیامِ مدینہ منورہ کے دوران ہی وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

✪✪✪

فرمودات

- بے شک اللہ عزوجل تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔
- اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور وہی اپنی قدرت سے سب کو زندہ بھی اٹھائے گا۔
- اللہ عزوجل ہر مصیبت میں بہترین پناہ گاہ ہے اور ہر سختی میں بہترین سہارا ہے۔
- عنقریب جب ہماری روحیں ہمارے جسموں کا ساتھ چھوڑ دیں گی تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ آگ میں جلنے کا مستحق کون ہے؟
- اپنے گریبانوں میں جھانکو اور اپنا محاسبہ خود کرو۔
- ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد جب بچہ آواز دے اس وقت وہ وظیفہ کا مستحق ہوجاتا ہے۔
- مال کا سب سے بڑا مصرف یہی ہے کہ اس سے کسی کی عزت وآبرو محفوظ ہوجائے۔
- اگر تم اللہ عزوجل سے ڈرو اور حقدار کے حق کو پہچانو تو تمہیں یقیناً اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل ہوگی۔
- عام لوگ دنیادار ہوتے ہیں اور وہ دین میں ظاہری طور پر اس وقت تک رہتے ہیں جب تک ان کی مالی حالت بہتر رہتی ہے اور جب ان پر کسی قسم کی آزمائش آتی ہے تو پھر دیندار لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔
- تمہارے لئے سب سے زیادہ رفیق ومہربان تمہارا دین ہے۔

- صاحب عقل وخرد وہی شخص ہے جو مہربان کے حکم کی پیروی کرے اور اس کی شفقت کو ملحوظِ خاطر رکھے۔
- ہم نے تمام دنیاوی ضرورتوں کو چھوڑ کر اپنی راحتوں کو فنا کر دیا ہے۔
- میں نے ہر مشکل میں صرف اللہ کو ہی پکارا اور اس نے میری تمام مشکلیں آسان فرما دیں۔
- جب تمہیں کوئی تحفہ پیش کیا جائے تو تم اس سے بہتر تحفہ جواباً دیا کرو۔
- بندے کی نجات دین کی پیروی میں ہے اور ہلاکت دین کی مخالفت میں ہے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دیگر اولاد کا بیان

ذیل میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد جو جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے تولد ہوئی ان کا مختصر بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

شبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو محمد حضرت سیّدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شمار نابغہ روزگار میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ اور شکل وصورت میں ان کے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ' حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کا نور اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دل کی دھڑکن ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''حسن'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منجانب اللہ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد اور القابات تقی' زکی' مجتبیٰ' سیّد اور شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۳ ھ میں تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے نام کی طرح حسن وجمال میں بے مثل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ظاہری وباطنی علوم سے آراستہ اور ان علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو لاؤ۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا گود میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے داہنے کان میں اذان دی اور پھر بائیں کان میں تکبیر کہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتویں

روز حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے بال منڈوائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کریں۔ نیز اسی روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ختنہ کروایا اور نام مبارک رکھا۔ چنانچہ اسی نسبت سے یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کہلائی۔

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تولد ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی زمانہ طفولیت کے قریباً آٹھ سال اور چار ماہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ عاطفت میں بسر کئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھتا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک سے کھیل رہے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں اپنی زبان دی اور فرمایا کہ اے اللہ! میں حسن (رضی اللہ عنہ) کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب بنا لے۔

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عصر کی نماز پڑھ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلا تو راستہ میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نظر آئے جو کچھ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والہانہ آگے بڑھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور فرمانے لگے کہ میرا باپ بھی تجھ پر قربان ہو کیونکہ تم میرے آقا، سرورِ دو جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہو اور علی (رضی اللہ عنہ) کے مشابہ نہیں ہو۔ حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول سنا تو مسکرا دیئے۔

طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ حالت نماز میں سربسجود ہیں اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا سجدہ بے حد لمبا کر لیا یہاں تک کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کمر سے نہ اتر گئے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فتنہ وفساد اور خون ریزی قطعاً ناپسند تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں بردباری پائی جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت کے قصے بھی زبان زد وعام تھے۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حاجت بیان کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت دس ہزار درہم موجود تھے آپ رضی اللہ عنہ نے وہ سب کے سب اس اعرابی کو دے دیئے تا کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کر سکے۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج باپیادہ کئے اور یہ تمام حج آپ رضی اللہ عنہ نے برہنہ پا کئے۔ برہنہ پا چلنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ورم پڑ جاتے تھے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اس وقت آپ ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور اللہ عزوجل اس کی وساطت سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔ چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور مسلمانوں کو پھر سے ایک خلافت پر اکٹھا کیا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد ذیل کا خطبہ دیا:

''لوگو! تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے اور نہ پچھلے اس کو پا سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے اپنا علم عطا فرمایا اور وہ کبھی ناکام نہ رہا۔ میکائیل و جبرائیل (علیہم السلام) اس کے دست راست تھے۔ اس نے بوقت شہادت سات سو درہم جو اس کی مقرر تنخواہ سے بچ رہے تھے کہ سوا کچھ نہیں چھوڑا اور یہ درہم بھی ایک خادم کے لئے تھے۔''

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے تحمل و بردباری کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے آتے ہی آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے والدین کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت تحمل کے ساتھ اس سے دریافت کیا کہ کیا تو بھوکا ہے یا پھر تجھ پر کوئی اور مصیبت آن پڑی ہے؟ اس دیہاتی نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو ان سنی کرتے ہوئے پھر سے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خادم سے کہہ کر ایک طشت چاندی کا منگوایا اور اسے دے دیا اور فرمایا کہ اس وقت میرے گھر میں صرف یہی موجود ہے تم اسے رکھ لو۔ اس دیہاتی نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا کمال تحمل دیکھا تو کہنے لگا کہ میں صدقِ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ حقیقی فرزند رسول اللہ ﷺ ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو عبادت میں خشوع و خضوع حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ جب وضو فرمانے لگتے تو آپ رضی اللہ عنہ کا ہر عضو کانپنا شروع ہو جاتا اور آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جب اس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جو بھی کھڑا ہوا سے چاہئے کہ اس کے چہرہ کا رنگ زرد ہو اور اس کا ہر عضو کانپ رہا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی

تلاوت فرماتے تو جہاں لفظ یاایھا الذین آمنوا پڑھتے تو جواباً لبیک اللھم لبیک پڑھتے اور جب جنت و دوزخ والی آیات کی تلاوت فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ بے تحاشا روتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے چند دوستوں کے ہمراہ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ خادم سالن لے کر آیا۔ جب وہ سالن آپ رضی اللہ عنہ کو پکڑانے لگا تو برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور سالن آپ رضی اللہ عنہ پر گر پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب اس کی جانب دیکھا تو اس نے جھٹ سے قرآن مجید کی آیت پڑھی جس کا مطلب تھا کہ غصہ کو پی جانے والے اور معاف کرنے والے اور احسان کرنے والوں سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب اللہ عزوجل کا یہ فرمان سنا تو اس کو معاف کرتے ہوئے آزاد فرما دیا۔

روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تو حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ' آپ رضی اللہ عنہ کی کیفیت دیکھ کر رو پڑے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے حسن (رضی اللہ عنہ)! تو کیوں روتا ہے؟ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے عرض کیا: والد بزرگوار! میں اس بات پر کیوں نہ روؤں کہ آپ رضی اللہ عنہ دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میں ہیں۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پیارے بیٹے! میری چار باتوں کو یاد رکھنا یہ تمہیں کبھی نقصان نہ پہنچائیں گی۔ اول تمام دولت سے زیادہ بڑی دولت عقل کی ہے' دوم سب سے بڑی محتاجی حماقت ہے' سوم سب سے زیادہ وحشت خود بینی ہے اور چہارم سب سے بہتر چیز اخلاق حسنہ ہے۔ نیز چار باتیں مزید یہ ہیں کہ خود کو احمق کی دوستی سے بچانا کیونکہ وہ تیرے ساتھ نفع کا ارادہ کرے گا اور نقصان پہنچائے گا۔ اپنے آپ کو جھوٹوں کی دوستی سے بچانا کیونکہ وہ دور کے لوگوں کو تجھ سے قریب کرے گا اور قریب کے لوگوں کو تجھ سے دور کرے گا۔ اپنے آپ کو بخیل کی دوستی سے بچانا کیونکہ وہ تجھ سے اس چیز کو دور کرے گا جس کی تجھے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اپنے آپ کو فاسق کی دوستی سے بچانا کیونکہ وہ تجھے معمولی شے کی خاطر بیچ دے گا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اتفاقِ رائے سے اہل کوفہ نے خلیفہ مقرر کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کر لی۔ قریباً پانچ ماہ منصب خلافت پر فائز رہنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرواتے ہوئے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ازواج کی تعداد کثیر ہے جن سے آپ رضی اللہ عنہ کی بے شمار اولاد تولد ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کئی صاحبزادوں نے میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب خلافت سے دستبردار ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے تمام اہل خانہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دوبارہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے آپ رضی اللہ عنہ کا ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ جس سال آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے آپ رضی اللہ عنہ کو وظیفہ نہ ملا۔ جب وظیفہ میں تاخیر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حالات کی تنگی کے سبب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ نیند آ گئی۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تنگ دستی کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ یہ دعا پڑھو:

> ''اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید پیدا فرما اور اپنے ماسوا سے میری امید کو ختم کر دے اور میں تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں اور میری قوتوں کو کمزور نہ بنا اور میرے نیک اعمال میں مجھ سے کوتاہی نہ کروا اور مجھے یہی قوت عطا فرما کہ میں تیری مخلوق کے پاس حاجت لے کر

نہ جاؤں اور اے میرے رب! مجھے یقین کی دولت سے مالا مال فرما۔''

ابھی آپ رضی اللہ عنہ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ڈیڑھ لاکھ درہم وصول ہوئے اور ساتھ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے معذرت کا ایک خط بھی موصول ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رقم ملتے ہی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شکرانے کے نوافل ادا کیے۔

حضرت عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہادت سے کچھ عرصہ قبل حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا یہ خواب سنا تو کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے کچھ دن باقی رہ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ ہم سے عنقریب جدا ہونے والے ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا کہ بھائی! آپ رضی اللہ عنہ مجھے بتائیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرا گمان درست ہے تو پھر اللہ عزوجل حقیقی بدلہ لینے والا ہے اور اگر میرا گمان غلط ہوا تو پھر میری وجہ سے کسی کو بے گناہ نہیں مارا جانا چاہیے۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو زہر آپ رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی جعدہ بن اشعث بن قیس نے دیا تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۵ ربیع الاول ۴۹ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں مدفون کیا گیا جہاں آج بھی آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک مرجع گاہ خلائق خاص وعام ہے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ کے ہر شخص کی آنکھ اشکبار تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جب جنازہ

اٹھایا گیا تو اس جنازے میں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ اگر سوئی بھی زمین پر پھینکی جاتی تو وہ بھی ہجوم کی وجہ سے زمین پر نہ گرنے پاتی۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا وصال کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ صبر وتحمل، استغناء و بے نیازی اور عفو و درگزری کا وصال تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو پکار پکار کر کہتے تھے کہ آج رو لو کیونکہ آج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ہم سے جدا ہو گیا ہے۔

صحیح روایات کے مطابق حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے رخسار پتلے اور کلائیاں گول تھیں۔ داڑھی مبارک گنجان اور بل کھائی ہوئی تھی۔ گردن مبارک بلند اور شفاف صراحی کی مانند تھی۔ شانے اور بازو بھرے ہوئے اور سینہ اقدس چوڑا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زیادہ طویل قامت نہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر کے بالے گھنگھریالے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ حسن و جمال کا ایک بہترین نمونہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی جانب ایک نظر دیکھنے سے گمان ہوتا تھا کہ گویا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہوا ہے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فصاحت و بلاغت میں بے مثل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فن تقریر سے بھی بخوبی آشنا تھے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ نوجوانی میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آج تم خطبہ دو اور میں سنوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے خطبہ نہیں دے سکوں گا۔ چنانچہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اوٹ میں چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس سے تمام حاضرین بے حد متاثر ہوئے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں حضرت سیّدنا قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا ابوبکر بن حسن رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ وغیرہم نے بھی واقعہ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ۵ ھ میں تولد ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نام حضور نبی کریم

ﷺ نے زینب رکھا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا نام آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے کئی روز بعد رکھا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ' آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے وقت سفر میں تھے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ بیٹی کا نام تجویز کریں تو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کا نام کیسے رکھ سکتا ہوں اس کا نام تو حضور نبی کریم ﷺ خود رکھیں گے۔ چنانچہ جب حضور نبی کریم ﷺ سے سفر سے واپس لوٹے اور آپ ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی گئی تو آپ ﷺ فوراً حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو گود میں اٹھا کر پیار کیا اور ان کا نام رکھا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جس ماحول میں پرورش پائی وہ خدا دوست گھرانہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے نانا اللہ عزوجل کے محبوب تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ خاتونِ جنت تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد اپنی شجاعت' بہادری اور فہم وفراست میں نابغہ روزگار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار تھے۔ گھر میں زہد وتقویٰ اور عبادت و ریاضت اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنی تمام صفات میں بے مثل تھیں اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیرتِ پاک کا عملی نمونہ تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہا سے بے تحاشا محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہا' حضور نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کا نور تھیں۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کا وقت وصال نزدیک آیا تو آپ ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ میرے بچوں کو لے کر آؤ۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا گئیں اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ' حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ' حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو لے کر آ گئیں۔ بچوں نے جب جب اپنے نانا کی کیفیت دیکھی تو رو پڑے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سب کو پیار کیا اور اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے بوسہ دیا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچازاد حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا امورِ خانہ داری میں ماہر تھیں اور گھر کا نظم ونسق سنبھالنے میں اپنی والدہ کے ہو بہو تھیں۔ گھریلو خرچ میں کفایت شعاری سے کام لیتی تھیں۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کی طرح صابر وشاکر تھیں اور پردے کا نہایت سختی سے خیال رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ بچپن میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہا کے سر مبارک سے چادر سرک گئی تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بیٹی سر پر چادر کرو کیونکہ تم اللہ عزوجل کا کلام پڑھ رہی ہو اور اس کے ادب کا تقاضا ہے کہ عورت کا سر ڈھانپا ہوا ہو۔ بچپن کی اس نصیحت کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے کلامِ الٰہی کی تلاوت کے علاوہ ساری زندگی کبھی اپنے سر کو ننگا نہ کیا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا دیکھنے میں ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مشابہ تھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری یہ بیٹی اپنی ماں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے مشابہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا میں عصمت وحیا اور صبر اپنی والدہ کی مثل تھا جبکہ کلام میں فصاحت وبلاغت اپنے والد کی مثل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کبھی دنیاوی لذتوں کو فوقیت نہ دی اور دنیاوی عیش وآرام کی نسبت آخرت کی زندگی کو ترجیح دی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی کبھی تہجد کی نماز نہ چھوڑی۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے خونی واقعات اور اس کے بعد کے مصائب ان سب کے باوجود حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے نمازِ تہجد کبھی ترک نہیں کی۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے اور کوفہ کو دارالخلافہ مقرر کیا تو آپ رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ ان کے ساتھ کوفہ چلی گئیں۔ پھر جب حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے تمام گھر والوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس آ گئے تو آپ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ مدینہ منورہ آ گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں بے شمار مصائب برداشت

کئے۔ آپ رضی اللہ عنہا ابھی بچی تھیں تو نانا حضور نبی کریم ﷺ وصال فرما گئے۔ پھر چند ماہ بعد ہی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رحلت فرما گئیں۔ جب جوان ہوئیں تو والد بزرگوار حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور پھر بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت' ان سب مصائب کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو ام المصائب کی کنیت سے پکارا جانے لگا۔ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے ساتھ نہ جا سکے تو انہوں نے اپنے دو بیٹوں کو ماں کے ساتھ بھیج دیا۔ واقعہ کربلا میں آپ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے سامنے آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں' بھانجوں اور بھائی کو شہید کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر بھی صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ان کی شہادت پر کسی قسم کا ماتم نہ کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے وہاں نہایت فصیح وبلیغ خطبہ دیا جو تاریخ میں سنہری حروف میں رقم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کس جگہ وصال فرمایا اس بارے میں کتب سیر میں مختلف روایات موجود ہیں۔ کثرتِ روایات یہ ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ۱۵ رجب المرجب ۶۲ ھ میں ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شام کی جانب سفر فرما رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال دمشق کے نزدیک ہوا۔ جس مقام پر آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا وہ مقام زینبیہ کے نام سے مشہور ہے اور وہاں آپ رضی اللہ عنہا کا مزارِ پاک مرجع گاہ خلائق خاص وعام ہے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہا کا ایک مزار مصر میں بھی بتایا جاتا ہے۔ جبکہ کچھ روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا زہد و تقویٰ بے مثل تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ' آپ رضی اللہ عنہا سے درخواست کرتے تھے کہ اے میری بہن! میں تجھ سے دعا کی درخواست کرتا

ہوں اور تم میرے لئے دعا کیا کرو۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ رضی اللہ عنہا اکثر و بیشتر یہ دعا فرمایا کرتی تھیں کہ الٰہی! آلِ رسول اللہ ﷺ کی اس قربانی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور ہماری اس قربانی کو رائیگاں نہ جانے دے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا کی محبت بے مثل تھی اور آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کا ہر مشکل گھڑی میں ساتھ دیا اور جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو جذبہ ایثار اور محبت حسین (رضی اللہ عنہ) کے تحت آپ رضی اللہ عنہا ان کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ آلِ رسول اللہ ﷺ کی یہ قربانی اللہ عزوجل نے قبول فرمائی اور تا قیامت ان کے فضائل و مناقب امت محمدیہ ﷺ کی زبانوں پر جاری فرمادیئے۔

واقعہ کربلا میں حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے صاحبزادوں حضرت محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۹ ھ میں تولد ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اخلاق و اطوار میں اپنی والدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور نانا حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ابھی قریباً اڑھائی سال ہی کی تھیں کہ والدہ ماجدہ وصال فرما گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اگرچہ آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بڑی نہ تھیں مگر پھر بھی انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کی تربیت میں اور راہنمائی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔

حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی کے رشتہ کے بارے میں بات چیت کی۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) ابھی چھوٹی ہے اور میں نے اپنی بیٹیوں کو حضرت سیّدنا

جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے لئے روک رکھا ہے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! روئے زمین پر ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) سے کرامت و بزرگی کا اتنا منتظر کوئی نہیں ہے جتنا کہ میں ہوں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے حامی بھر لی اور اپنی بیٹی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کا مہر چالیس ہزار مہر مقرر کیا۔ نیز حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح اس لئے کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بروزِ محشر تمام نسب اور تعلق ختم ہو جائیں گے مگر میرا نسب اور تعلق قائم رہے گا۔ چنانچہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے تعلق کو مزید کرنے کے لئے ان سے نکاح کیا اگرچہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خسر تھا مگر یہ تعلق اس سے بہتر ہے۔

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے بھی آپ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد تولد نہ ہوئی۔

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال سے قبل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا مزارِ پاک ملک شام میں حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا بنت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار سے ملحق ہے اور مرجع گاہ خلائق خاص و عام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے دیگر حالات و واقعات اس لئے بھی کتب سیر میں منقول نہیں ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے بچپن میں ہی محروم ہو گئی تھیں اور عملی زندگی میں بھی نہایت چھوٹی عمر میں آ گئیں اور اسی وجہ سے دیگر خواتین سے رابطہ کم رہا اس لئے روایات میں آپ رضی اللہ عنہا کا ذکر کم ملتا ہے۔

یومِ عاشورہ کی فضیلت

الجواہر میں محرم الحرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے منقول ہے کہ دنوں پر عاشورہ کے دن کو فضیلت دی گئی اور اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کو پیدا کیا گیا۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو تخلیق کیا گیا۔ اسی دن عرش و کرسی اور لوح و قلم کو تخلیق کیا گیا اور بے شمار نبیوں کو اسی دن نبوت سے نوازا گیا۔ پس عاشورہ کی فضیلت واضح ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے یومِ عاشورہ کی فضیلت کے متعلق منقول ہے کہ

> ''اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری چلائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے چھری سے نجات پائی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پہاڑ پر جا کر رکی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید سے نجات پائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت خضر علیہ السلام کو علم باطن عطا ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ دنیا میں پہلی بارش ہوئی۔

جنت و دوزخ کو بنایا گیا۔ آسمان و زمین بنائے گئے۔ پہاڑ و سمندر بنائے گئے۔ لوح و قلم بنائے گئے۔ فرشتوں کو تخلیق کیا گیا اور بالخصوص حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس دن شہید کیا گیا۔ قیامت بھی یومِ عاشورہ کے دن قائم کی جائے گی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یومِ عاشورہ کا روزہ رکھا اسے ساٹھ برس کی عبادت کا ثواب ملے گا اور ہزار شہیدوں کے برابر ثواب اسے عطا کیا جائے گا۔ ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کے حق میں دعائے خیر کریں گے اور جس کسی نے عاشورہ کا روزہ کسی مسلمان کو کھلوایا تو گویا اس نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کھلوایا اور جس نے اس روز کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا تو اسے یتیم کے سر کے بالوں کے عوض جنت میں مراتب عطا ہوں گے۔

یومِ عاشورہ کی خاص نماز یہ ہے کہ اس روز غسل کرنے کے بعد دو رکعت نفل نماز اس طرح ادا کی جائے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جائے اور بعد سلام اس نماز کا ثواب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر جملہ شہدائے کربلا کی ارواحِ مقدسہ کو پہنچایا جائے تو بے شمار فوائد ظاہری و باطنی حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھی گئی چند منقبتیں

صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر حنین بھی ہے عشق

سر دے کے جس نے دین بچایا وہ کون تھا!
کنبہ تمام جس نے کٹایا وہ کون تھا!
وہ کون تھا ہزاروں میں جو ارجمند تھا!
وہ کون تھا کہ سجدے میں بھی سر بلند تھا!
تھا کون دوش سرور عالم کا شہسوار
تھا کون گلشن شہ کونین کی بہار
باطل کو کس نے دہر میں زیرو زبر کیا
اور نخل حق کو تابہ ابد بار ور کیا
بے شک وہ تھا نواسہ ہمارے رسول کا
دل بند بو تراب کا بیٹا بتول کا
باغ نبی اجاڑنے والے نہیں رہے
اسلام کو بگاڑنے والے نہیں رہے
لیکن ہے اب بھی تازہ شہادت حسین کی
روشن رہے گی شمع قیادت حسین کی

۞۞۞

حسین ابن علی سبط پیغمبر شاہ خوباں ہیں
بتول پاک کے لخت جگر شمع فروزاں ہیں
یہ دشت کربلا ہے خشک و بنجر سرزمین لیکن
شہید کربلا شاہ معظم گل بداماں ہیں
نبی کے ماننے والے ہیں قاتل ان کے بیٹوں کے
یہ کوفہ کیسی بستی ہے یہ کوفی کیسے انساں ہیں
ادھر سیرابیاں ہیں اور ادھر پیاسے تڑپتے ہیں
ادھر محرومیاں ہیں اور ادھر عشرت کے ساماں ہیں
تیری پاکیزہ سیرت پر فرشتے ناز کرتے ہیں
غلامان حبیب کبریا پر تیرے احساں ہیں
کوثر کے جام پیاس کی شدت مٹا گئے
میدان کربلا میں عجب لوگ آ گئے
شدت کی تشنگی میں اسے خوں پلا گئے
ٹھہرے تھے اس خرابہ میں وہ لوگ چند روز
اک داستان عشق و محبت سنا گئے
اے کاش ! ابن سعد سمجھتا یہ کون ہیں
بھیجے ہوئے ہیں کس کے یہاں کیسے آ گئے ؟
آئے تھے لے کے جن کے لئے درس آگہی
وہ بد نصیب خون کے دریا بہا گئے

ان کو بلانے والوں نے دھوکہ دیا انہیں
تیر و تفنگ لے کے مقابل میں آ گئے
ڈھائے مسافروں پہ ستم جس یزید نے
وہ بد نصیب تھا یہ مقدر بنا گئے
سنت کے پاسبان حسین ابن مرتضیٰ
پانی نہ مل سکا تو لہو میں نہا گئے
ان کو لب فرات سے تشنہ لبی ملی
کوثر کے جام پیاس کی شدت مٹا گئے
ہاری یزیدیوں نے یہ جنگ کیسے جیت کر
تقدیر چال چل گئی اور مات کھا گئے
بھڑکی ہوئی تھی آتش غیض و غضب نسیم
زہرا کے لال خون سے اس کو بجھا گئے
جنت کی وادیوں میں اترتے چلے گئے
میدان کربلا سے گزرتے چلے گئے
جنت کی وادیوں میں اترتے چلے گئے
منزل کی جستجو میں حرم سے نکل پڑے
لہروں کے ساتھ ساتھ ابھرتے چلے گئے
جورو جفا کی آنچ سے روشن ضمیر لوگ
راہ وفا میں اور نکھرتے چلے گئے
کیوں فاطمہ کے لال پر خنجر اٹھا لئے
اپنے دلوں کو آگ سے بھرتے چلے گئے

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
زندہ حسین اور یہ مرتے چلے گئے
عہد وفا کو توڑ کر کوفہ کے بد نصیب
ذلت کی گھاٹیوں میں اترتے چلے گئے
زندہ ہیں سر کٹا کے بھی ابن علی نسیم
سدرہ کی منزلوں سے گزرتے چلے گئے

سیرت فرزند ہا از امہات
جوہر صدق و صفا از امہات
مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں اسوۂ کامل بتول
ہوشیار از دست برد روزگار
گیر فرزندانِ خود را در کنار
فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند
چشم ہوش از اسوۂ زہرا مہند
تا حسینے شاخ تو بار آورد
موسم پیشیں بگلزار آورد
اگر پندے زد رویشے پذیری
ہزار امت بمیرد بگلزار آورد
بتولے باش پنہاں سو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

حسین ابن علی تیرا قرینہ یاد آتا ہے
تیرے پاکیزہ بچپن کا مدینہ یاد آتا ہے
کسی بے دست و پا کی داستان خونچکاں سن کر
مجھے از بس محرم کا مہینہ یاد آتا ہے
جفا جو، کینہ پرور اور بھی ہو نگے زمانے میں
مجھے رہ رہ کے ذی جوشن کمینہ یاد آتا ہے
وہ ہم شکل پیمبر وہ کمال حسن و زیبائی
لہو میں تر علی اکبر نگینہ یاد آتا ہے
جفا جو حرملہ نے جب گلے پر تیر برسایا
علی اصغر کا اپنا خون پینا یاد آتا ہے
کٹے عباس کے بازو تو پکڑی مشک دانتوں میں
ہوا چھلنی جو تیروں سے وہ سینہ یاد آتا ہے
ابو بکر و عمر، عثمان و قاسم یاد آتے ہیں
مجھے سبط پیمبر کا سفینہ یاد آتا ہے

بے تاب ہے حسین برادر جواب دو
اے میرے نوجواں میرے صفدر جواب دو
اب جاں بلب ہے سبط پیغمبر جواب دو
اے نور چشم ساقی کوثر جواب دو
لکنت زبان خشک کو ہے تشنہ کام ہیں
بھائی تمہارے سر کی قسم ہم تمام ہیں
حضرت عباس کے کانوں میں آواز پڑی تو
یہ بات سن کر نزع میں عباس تھرتھرائے
قطرے لہو کے آنکھوں سے عارض پہ بہہ کے آئے
دوبارہ سر ٹیک کے پکارے کہ ہائے ہائے
پر خون دہن حسین کے قدموں کے پاس لائے
ہچکی کے ساتھ موت کا خنجر بھی چل گیا
سر پاؤں پہ دھرا رہا اور دم نکل گیا

سلام اس پر کہ جو لختِ جگر ہے شاہ بطحا کا
سلام اس پر ملا رتبہ جسے سبطِ پیغمبر کا

سلام اس پر کہ جس کو فاطمہ نے گود میں پالا
سلام اس پر کہ جس نے ظلم کو یکسر مٹا ڈالا

سلام اس پر کہ جو صبر و تحمل کا نشان ٹھہرا
سلام اس پر نبی کے باغ کا جو باغبان ٹھہرا

سلام اس پر جسے پھولوں کی کلیاں یاد کرتی ہیں
سلام اس پر جسے طیبہ کی گلیاں یاد کرتی ہیں۔

سلام اے فاطمہ کے لال اے ہم شکلِ پیغمبر
کیا ہے خون دے کر جادہ اسلام روشن تر

سلام اس پر کہ جس کا نام آیا عرشِ اعظم سے
سلام اس پر ملی جس کو دعا نورِ مجسم سے

سلام اس پر کہ جس کو ظالموں نے پیاسا تڑپایا
سلام اس پر کہ جو شیطاں کے دھوکے میں نہیں آیا

سلام اس پر کہ جس نے دین حق کی آبیاری کی
سلام اس پر نبی کے دوش پر جس نے سواری کی

سلام اس پر جو ٹھہرا گلشن اسلام کا مالی
سلام اس پر کہ جس نے حق کی خاطر جان دے ڈالی

سلام اے کربلا کی خشک و بنجر سرزمین والے
جلال ہاشمی کی خیر اے خندہ جبیں والے

کتابیات

۱۔ سیرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ از امام ابن کثیر

۲۔ شہادت نواسہ سیّد الابرار از حضرت مولانا محمد عبدالسلام قادری رضوی

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز واقارب از محمد اشرف شریف

۴۔ کشف المحجوب از حضرت سیّدنا علی بن عثمان الہجویری رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم از حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی

۶۔ تذکرہ صحابیات از طالب ہاشمی

۷۔ حیاۃ الصحابہ از حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ مدحت از عاصیؔ کرنالی

ہماری چند دیگر مطبوعات

خطباتِ محرم

کشف المحجوب اردو

حیاتِ فرید

سوانح کربلا

خون کے آنسو

زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور Ph: 37352022